ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
13 تا 19 ستمبر 2007ء/30 شعبان تا 6 رمضان 1428ھ
www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

اک کرسی کا سوال ہے بابا!
نجات کا راستہ: اللہ کی غلامی
روزے کا مقصد اور اہمیّت
حالیہ بحران: مشرف کے لئے مہلت...
نام نہاد دہشت گردی کے خلاف......
دل کی دھڑکن کہہ دے گی!
اسرائیل اور ترکی کے باہمی تعلقات
اینڈ آف ڈے
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

قوتِ ارادی کی تربیّت

روزے کی ایک برکت یہ ہے کہ یہ آدمی کی قوتِ ارادی کی بہترین طریقہ پر تربیت کرتا ہے۔ شریعت کی حدود کی پابندی کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ آدمی کی قوتِ ارادی نہایت مضبوط ہو۔ بغیر مضبوط قوتِ ارادی کے یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی شخص شہوات و جذبات اور خواہشات کے غیر معتدل ہیجانات کو دبا سکے، اور جو شخص ان کے مفرط ہیجان کو دبا نہیں سکتا، اس کے لیے یہ محال ہے کہ وہ شریعت کی حدود کو قائم رکھ سکے۔ ایک ضعیف اور لچلچے ارادہ کا آدمی ہر قدم پر ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ جب بھی کوئی چیز اس کے غصہ کو اشتعال دلانے والی سامنے آجائے گی وہ بڑی آسانی سے اس سے مغلوب ہو جائے گا۔ جب بھی کوئی طمع پیدا کرنے والی چیز اس کو اشارہ کردے گی وہ اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ اور جہاں بھی کوئی چیز اس کو اکسانے والی نظر آجائے گی وہیں وہ پھسل کے گر پڑے گا۔ اس طرح کی ضعیف قوتِ ارادی کا انسان دنیا میں عزم و ہمت کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ وہ شریعت کی حدود و قیود کی پابندی کر سکے۔ بالخصوص شریعت کا وہ حصہ جو انسان کو برائیوں سے روکتا ہے، مضبوط صبر کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس صبر کی مشق روزے سے حاصل ہوتی ہے اور پھر اسی صبر سے وہ تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو روزے کا اصل مقصود ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔''

تزکیۂ نفس (حصہ اوّل)

مولانا امین احسن اصلاحی

الھدیٰ (292)

سورۃ الانعام
(آیات:33تا35)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝٣٣ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ
قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣٤ وَاِنْ
كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ
عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝٣٥ ﴾

''ہم کو معلوم ہے کہ اُن (کافروں) کی باتیں تمہیں رنج پہنچاتی ہیں (مگر) یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے، بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی۔ اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں۔ اور تم کو پیغمبروں (کے احوال) کی خبریں پہنچ چکی ہیں (تو تم بھی صبر سے کام لو) اور اگر اُن کی روگردانی تم پر شاق گزرتی ہے تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ نکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو)، پھر اُن کے پاس کوئی معجزہ لاؤ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، پس تم ہرگز نادانوں میں نہ ہونا۔''

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو مشفقانہ انداز میں تسلی دی گئی ہے۔ یہ مقام اس سورۃ کا ذروۂ سنام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے نبی! ہمیں خوب معلوم ہے کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، اس پر آپؐ غمگین ہو رہے ہیں، آپ اُن کی باتوں اور اعراض و تکذیب پر دل گیر نہ ہوں۔ یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں دراصل آپؐ کو نہیں جھٹلا رہے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں، قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ آپؐ کو تو جھوٹا نہیں کہہ رہے، نہ ہی آپؐ پر کوئی تہمت لگا رہے ہیں، حقیقت میں تکذیب تو ہماری ہو رہی ہے۔ غصہ آئے تو ہمیں آئے، آپؐ کا کام تو پیغام الٰہی کا پہنچا دینا ہے۔

پھر فرمایا! آپؐ سے پہلے بھی جو رسول آئے انہیں جھٹلایا گیا اور جتنا بھی انہیں جھٹلایا گیا اُس پر انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد اُن کو پہنچ گئی۔ اللہ کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ ہمارا ایک ضابطہ ہے، آپؐ کو جھیلنا اور برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ آپؐ کے منصبِ رسالت ﷺ کا تقاضا ہے۔ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم عنقریب آپؐ کے اوپر بھاری بوجھ (ذمہ داری) ڈالیں گے (المزمل) اور آپؐ کے پاس سابقہ رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں کہ انہوں نے کس قدر عزیمت کے ساتھ مخالفین کی تلخ باتیں سنیں۔ اب اس کے بعد سخت ترین بات آ رہی ہے۔

اور اے نبی! اگر ان کا اعراض آپؐ پر بہت شاق گزر رہا ہے تو اگر آپؐ میں طاقت ہے تو زمین میں کوئی سرنگ لگالیں یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگالیں، پس اُن کے لئے کوئی آیت (اُن کا منہ مانگا معجزہ) لے آئیں۔ ہاں ہمارا فیصلہ اٹل ہے، ہم معجزہ نہیں دکھائیں گے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، آنِ واحد میں سب کو نیک بنا دیتا مگر آپؐ کو اس کا اختیار نہیں۔ اس کے لیے الفاظ ہیں: ''فلا تکونن من الجھلین'' ان الفاظ کا ترجمہ کرتے وقت زبان کانپتی ہے۔ تو میں اس کا ترجمہ یہی کرتا ہوں کہ آپ جذباتی نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو بلند و برتر ہے، وہ جو لفظ چاہے استعمال کرے۔ یہی لفظ نوح علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔ جب انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ میرا بیٹا غرق ہو رہا ہے، وہ میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ تھا کہ تو میرے اہل کو بچالے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۫ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ''(سورۂ ہود:46)

فرمانِ نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

روزے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَامِنْ عَبْدٍ یَّصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰہُ بِذَالِكَ الْیَوْمِ وَجْھَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا)) (متفق علیہ)

جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جو محض اللہ کے لئے ایک دن کا روزہ رکھے گا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزہ کی وجہ سے اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دے گا۔''

تشریح: روزہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اس کا ثواب بھی خصوصی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کی جزا دوں گا۔ روزہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ پس روزہ کی وجہ سے روزہ دار جنت سے قریب اور جہنم سے دور ہو جاتا ہے۔

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اک کرسی کا سوال ہے بابا!

رمضان، قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ نہیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے، وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان کی اس شب میں قائم ہوا، جس کے بارے میں گمانِ غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہی ہے جسے قرآن نے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ اگرچہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے۔ لیکن پھر بھی 1947ء کے آغاز میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر اُبھر سکے گی۔ انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باوجود اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ ناقابل فہم سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن تشکیل پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیامِ پاکستان کا اعلان خالصتاً کن فیکون کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔ 1940ء کی قرارداد لاہور میں پاکستان کا ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد زمینی فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے۔ لیکن رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان نے کیا سلوک کیا، یہ ایک دل فگار کہانی ہے۔ رمضان کو تاجروں، سٹاکسٹوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا حال یہ ہے کہ گراں فروشی کے الزام میں چھوٹے چھوٹے دکانداروں اور کریانہ فروشوں کو گرفتار کر رہی ہے اور اپنی گراں فروشی کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ساٹھ فیصد سستا تیل خرید کر پہلے سے بھی پچیس فیصد زائد قیمت پر عوام کو فراہم کر رہی ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندو سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی، اس کی دشمنی مول لی اور نتیجہ کے طور پر ہندو کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے، بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی، یعنی پاکستان پر جان، مال اور عزت جو انسان کا کُل سرمایہ ہوتا ہے، سب کچھ لٹا دیا۔ پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ اتنا پرکشش نعرہ تھا اور نظریۂ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے یوں تو دو بنیادی ماخذ ہیں قرآن اور حدیث، لیکن یہ دو بھی اس طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرت رسول ﷺ اور خلق رسول ﷺ ہی کا تو بیان ہے۔ یعنی قرآن دین متین کا اصل منبع، سرچشمہ اور ماخذ ہے۔ لہٰذا نظریہ پاکستان کی آبیاری کے لیے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہیے تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جاتا، قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا آخر انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے تو قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عربی کیوں نہیں سیکھی جا سکتی۔ اگرچہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ایک لطف، سرور اور کیف محسوس ہوتا ہے، لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراط مستقیم پر چلنے کے لیے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر عمل کیا جاتا اور اس کے روکے رکا جاتا۔ لیکن صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی سے اسلام کو خارج کر دیا گیا۔ ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال دیئے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔ نتیجتاً ہم صراط مستقیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے، ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بددیانتی اور منافقت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں سیاسی اور معاشی سطح پر ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ بیرون ملک ہماری پہچان ایک بھکاری ملک کی ہے۔ دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ یا وہ لوگ ہیں جو نزلہ و زکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو بھوک اور بیماری کے ہاتھوں رسی باندھ کر چھت سے جھول جاتے ہیں۔ (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 35

13 تا 19 ستمبر 2007ء
30 شعبان تا 6 رمضان المبارک 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود - ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان - محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مسجدِ قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی)

(ساتواں بند)

دیدۂ انجم میں ہے تیری زمیں، آسماں — آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں
کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے — عشقِ بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں!
دیکھ چکا المنی، شورشِ اصلاحِ دیں — جس نے نہ چھوڑے کہیں نقشِ کہن کے نشاں
حرفِ غلط بن گئی عصمتِ پیرِ کنشت — اور ہوئی فکر کی کشتیٔ نازک رواں
چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب — جس سے دِگرگوں ہوا مغربیوں کا جہاں
ملّتِ رومی نژاد کہنہ پرستی سے پیر — لذّتِ تجدید سے وہ بھی ہوئی پھر جواں
رُوحِ مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب — راز خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں!
دیکھیے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا — گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا!

(جاری ہے)

1۔ ہر چند کہ اے مسجد قرطبہ! ستارے بھی تیری سرزمین کو آسمان سے کم نہیں سمجھتے، یعنی تیرا رُتبہ بے شک بہت بلند ہے، اس کے باوجود اس سے بڑا المیہ یہاں اور کیا ہوسکتا ہے کہ صدیوں سے کسی نے تیرے بلند و بالا مینار سے اذان کی آواز نہیں سُنی۔

2۔ اب تو مردانِ حق پرست اور جان نثاروں کے اُس قافلے کا انتظار ہے کہ یہاں پہنچ کر اے مسجد! تیرے وسیع صحن میں سجدہ ریز ہونے سے قبل اللہ اکبر کا آوازہ بلند کرے گا۔

4,3۔ اس کے بعد چار اشعار میں اقبال نے یورپ کی بڑی بڑی انقلابی تحریکوں کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب جرمنی، فرانس اور اٹلی میں انقلاب رونما ہو چکا ہے تو اگر ہسپانیہ میں بھی زود یا بدیر کوئی انقلاب رونما ہو جائے تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ زوالِ غرناطہ کے بعد یورپ میں بہت سے انقلاب رونما ہو چکے ہیں۔ مثلاً سولھویں صدی میں، جرمنی میں لوتھر نے اصلاح کلیسائے روم یا اصلاحِ مذہب (Reformation) کے نام سے ایک تحریک شروع کی، جس نے یورپ میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا۔ اُس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ رومن کیتھولک کلیسا کی دو باتیں بڑی عجیب تھیں، اور اب بھی ہیں کہ: (1) پوپ (پاپائے روم) عیسائیوں کے گناہ معاف کرسکتا ہے۔ چنانچہ معافی ناموں کا باقاعدہ محکمہ قائم تھا اور پوپوں کو اِس تجارت سے کافی آمدنی ہوتی تھی۔ (2) حقانیت کا دارومدار کلیسا پر ہے، نہ کہ بائبل پر۔ یعنی حق وہ ہے جسے کلیسا حق قرار دے۔

1517ء میں مارٹن لُوتھر نامی ایک پادری نے، جو وٹن برگ یونیورسٹی (جرمنی) میں پروفیسر تھا، اِن دونوں عقیدوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور 31 اکتوبر 1517ء کو کافی غور و فکر کے بعد، شہر کے سب سے بڑے گرجے کے دروازے پر پوپ اور کلیسا کے اِن دونوں عقیدوں کی تردید جلی قلم سے لکھ کر چسپاں کر دی۔ یہ گویا کلیسا کے خلاف اعلانِ جنگ تھا جو ایک نحیف پادری کی طرف سے کیا گیا تھا۔ چونکہ لُوتھر نے کلیسائی طریق کار کے خلاف پروٹسٹ کیا تھا، اس لیے اس کا ہم خیال ''پروٹسٹنٹ'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اصلاحِ مذہب کی تحریک نے عیسائیت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا یعنی ''کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔'' اس تحریک کا ایک زبردست نتیجہ یہ برآمد ہُوا کہ پیرِ کنشت کی عصمت کا عقیدہ باطل ہو گیا۔ رومن کیتھولک چرچ کا یہ عقیدہ ہے کہ پوپ معصوم عن الخطا ہے۔ اُس سے غلطی یا گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ لُوتھر نے اِس عقیدے کا ابطال کیا، جس کی بدولت پروٹسٹنٹ کلیسا کے پادریوں کو بائبل میں غور و فکر کرنے اور اُس کی تفسیر لکھنے کی آزادی نصیب ہوئی۔

5۔ اسی طرح اٹھارویں صدی میں، فرانس میں بھی ایک عظیم الشان انقلاب برپا ہُوا، جس کا نام ہی ''انقلاب فرانس'' پڑ گیا ہے۔ اس انقلاب کی مفصل تاریخ تھامس کارلائل نے لکھی ہے۔ اس انقلاب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرانس کے باشندے شخصی اور آمرانہ حکومت کے تلخ ثمرات سے تنگ آ چکے تھے، اس لیے تنگ آمد، بجنگ آمد والا معاملہ ہو گیا۔ 5 مئی 1789ء کو پیرس میں سارے ملک کے نمائندوں کی مجلس منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ملوکیت کو ختم کر کے جمہوریت قائم کرنی چاہیئے۔ چنانچہ تین سال کی جدوجہد کے بعد 1792ء میں فرانس میں ری پبلک (جمہوریہ) قائم ہو گئی اور بادشاہ لوئی شانزدہم کو جنوری 1793ء میں اور اُس کی ملکہ کو اکتوبر 1793ء میں سزائے موت دے دی گئی اور اس طرح جہاں فرانس ہمیشہ کے لیے ملوکیت کی لعنت سے پاک ہو گیا، وہاں اس انقلاب کے اثرات بھی عیسائیت کے خلاف مرتب ہوئے۔

6۔ اسی طرح اطالوی قوم میں جو عرصہ دراز سے قدامت پرستی میں مبتلا تھی، تجدید و اصلاحِ حال اور تحریک احیائے علوم (رینا سنس) کی بدولت از سرِ نو طاقتور ہو گئی ہے۔

7,8۔ اندریں حالات اگر مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا انقلاب رونما ہو جائے، جس کی بناء پر ان میں حیاتِ نو پیدا ہو جائے تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ چنانچہ اقبال کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی تبدیلی اور ارتقا کی خواہشوں نے بڑی تیزی کے ساتھ جنم لینا شروع کر دیا ہے اور یہاں ایک اضطراب کی لہریں دوڑ رہی ہیں اور طوفان کے آثار ہویدا ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اِس صورتِ حال میں اِس سمندر کی تہہ سے اچھل کر کیا نکلتا ہے، اور یہ نیلگوں آسماں کیا رنگ بدلے گا؟ اقبال کا کہنا یہ ہے کہ یورپ کی طرح عالمِ اسلام بھی اُن بین الاقوامی تبدیلیوں سے متاثر ہو رہا ہے۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تبدیلیوں کی نوعیت کیا ہوگی۔

ظلم و ناانصافی، مصائب و مسائل اور

امریکہ کی غلامی سے نجات کا واحد راستہ:

اللہ تعالیٰ کی غلامی

مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 7 ستمبر 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ تین جمعوں کے بیانات میں یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آزادی کے ساٹھ سالوں کے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں۔ حاصل بحث یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے زمانے میں ہم نے ایک آزاد ملک کے لئے جو منزل مقصود متعین کی تھی، حصول آزادی کے بعد اُس کی جانب پیش رفت نہیں کی جاسکی۔ ہم نے اِس معاملے میں بحیثیت قوم مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود پاکستان اسلامی فلاحی ریاست نہ بن سکا۔ اسلامی نظام کی منزل سے روگردانی اور اعراض کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ ہماری قومی یکجہتی اور وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ صوبائی تعصبات، لسانی عصبیتوں اور فرقہ ورانہ اختلافات نے نفرتوں کے بیج بو کر قوم کو تقسیم کر دیا ہے۔ اور تو اور ہماری غلط پالیسیوں اور عاقبت نااندیشانہ اقدامات کے نتیجہ میں فوج اور عوام کے درمیان بھی دوریاں پیدا ہو رہی ہیں، جو کہ نہایت ہی خطرناک ہے۔ دوسری جانب ہم حقیقی آزادی سے محروم ہو گئے ہیں۔ ہمارے فیصلے امریکہ کر رہا ہے۔ اُسی کی ڈکٹیشن پر ملک چلایا جا رہا ہے۔ اُس کی مداخلت اِس حد تک بڑھ چکی ہے کہ وہی ہمارے آئندہ حکومتی سیٹ اپ کا خاکہ تیار کر رہا ہے۔ امریکہ دیکھ رہا ہے کہ صدر پرویز مشرف نفرت کی علامت بن چکے ہیں، تو وہ اب من پسند نئے چہرے لانے کے لئے کوشاں ہے، تاکہ پاکستان میں امریکی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے، کیونکہ اُس کا خیال ہے کہ مشرف کے جانے کے بعد پاکستان کی ایٹمی تنصیبات ''دہشت گردوں'' کے ہاتھ آ جائیں گی۔ اِن حالات میں اِس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ صدر مشرف اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے اور اقتدار کے تحفظ اور تسلسل کے لئے کوئی ایسا فیصلہ نہ کرلیں جو ملک و ملت کے لئے تباہ کن ہو۔ یعنی اب وہ ہمارے لئے سیکیورٹی رسک بن چکے ہیں۔ ملک کو درپیش اِن خطرات سے واضح ہے کہ آج ہم نہایت خوفناک اور پرخطر حالات سے دوچار ہے۔

مایوسی کے اِن گھٹاٹوپ اندھیروں میں امید کی واحد کرن عدلیہ کی آزادی کی صورت میں نمودار ہوئی۔ عدلیہ کی آزادی اور فوجی آمر کا زوال بالکل غیر متوقع اور معجزانہ ہے۔ اِس میں کسی کا دخل نہیں ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ اُن مظلوموں کی آہوں کا نتیجہ ہے کہ جن کے جگر گوشے لاپتہ کر دیئے گئے۔ ہماری خفیہ ایجنسیوں کے لوگ انہیں اُٹھا کر لے گئے اور اب کسی کو کوئی خبر نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ یا پھر یہ اُن غریبوں اور نادار کی بددعاؤں اور آہ وزاریوں کا نتیجہ ہے، کہ جن پر غربت وافلاس کے سبب زندگی بوجھ بن چکی ہے، اور جو آئے روز خودکشیاں کر رہے ہیں۔ ظاہری طور پر اِس کا

> ''اے اہل ایمان!
> اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری
> مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا''
> (القرآن)

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وکلاء کی تحریک کو بنا دیا ہے اور جس کے نتیجے میں ''شخصی آمریت'' کو رسوا ہونا پڑ رہا ہے۔ جنرل ریٹائرڈ حمید گل نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وکلاء سے ابابیلوں کا کام لیا ہے۔ بہر حال عدلیہ کی آزادی کا سبب جو بھی ہے، یہ حقیقت ہے کہ اِس سے امید کی کرن نمودار ہوئی اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید جبر کی یہ تاریک رات اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے۔

لیکن اصل سوال یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی گرتی ہوئی ساکھ اور اقتدار و اختیار سے ممکنہ بے دخلی سے صحیح معنوں میں قومی آزادی و خودمختاری، حقیقی عدل و انصاف، امن و استحکام اور پاکستان کے ایک اسلامی فلاحی ریاست بننے کی جانب سفر شروع ہو گیا ہے۔ کیا ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ اِس سے جوہری طور پر ملک میں کوئی بڑی تبدیلی آجائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ اگرچہ تبدیلی کی ہوا چل پڑی ہے، مگر ماضی کی طرح یہ تبدیلی بھی چہروں کی ہو گی، جابرانہ، ظالمانہ اور استحصالی نظام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ نواز شریف صاحب دوبار برسراقتدار آئے۔ اُن کی کارکردگی کیا رہی؟ کیا اُن کے دور میں مہنگائی کم ہوئی ہے؟ لاقانونیت کا خاتمہ ہوا ہے؟ تبدیلی نظام کے لئے سنجیدہ کوشش ہوئی ہے؟ کیا اُن کے عہد میں عدلیہ کی آزادی پر شب خون نہیں مارا گیا؟ کیا اُنہوں نے جمہوریت کے پردے میں شخصی آمریت کا سکہ نہیں جمایا؟ کیا انہوں نے پارلیمنٹ کو ربڑ سٹیمپ اور کابینہ کو کچن کیبنٹ میں تبدیل نہیں کیا؟ کیا اُن کے دور میں سیاسی مخالفین کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی گئی؟ وہی تو ہیں جنہوں نے بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کی آمد کے موقع پر جماعت اسلامی کے مظاہرین پر تشدد کرایا۔ اگر اُن کے نامہ اعمال میں یہ سب کچھ موجود ہے، تو پھر کیونکر بڑی تبدیلی کی امید کی جاسکتی ہے۔ ہمارے عوام کا حافظہ کمزور ہے۔ یہی نواز شریف صاحب تھے، جن کی اقتدار سے رخصتی پر لوگوں نے مٹھائیاں تقسیم کی تھیں۔ کیونکہ وہ اُن کے غلط طرز حکمرانی سے تنگ آچکے تھے۔ ہماری وکلاء برادری کے لوگ اور لاپتہ افراد کے عزیز جنرل پرویز مشرف کے خلاف مظاہرے کر رہے اور اُن سے امریکہ کی غلامی ترک کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ بہت مناسب اور معقول مطالبہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پرویز مشرف نے پوری قوم کو امریکہ کی غلامی کی دلدل میں دھکیل دیا ہے، اور اِس سے نجات ازحد ضروری ہے، مگر جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جب تک ہم خود اپنے انداز فکر، طرز زندگی اور معاملات میں مغربی غلامی کا رویہ ترک نہیں کریں گے، جب تک ہم خود ہر قسم کی غلامی سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں اپنے آپ کو نہیں دیں گے، جب تک ہم طاغوتی ظالمانہ نظام سے چھٹکارا اور اللہ کے دیئے گئے عادلانہ و منصفانہ نظام کے قیام

کے لئے منظم عوامی مزاحمتی تحریک نہیں چلائیں گے، تب تک ہمیں حقیقی آزادی نصیب نہ ہوگی۔ امریکی غلامی کا طوق ہمارے گلے سے کبھی نہ اُتر سکے گا۔ محض چہروں کے بدلنے سے ہمارے حالات نہیں بدلیں گے۔ نواز شریف صاحب اگر برسراقتدار آ گئے تو بھی وہ کم وبیش اُسی استحصالی نظام کے علمبردار اور اُسی ظالمانہ خارجہ پالیسی پر کاربند ہوں گے جو پرویز مشرف چلا رہے ہیں۔ چند دن پہلے اُن کے دو بیانات اخبارات میں چھپے، جو ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔ انہوں نے امریکی ٹی وی سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ''ہم یقین کامل سے دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑیں گے۔ اگر قوم اور پارلیمنٹ ساتھ نہ ہو تو آپ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے۔'' اِس کا مطلب واضح ہے۔ یعنی وہ امریکہ کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ اُس کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم پرویز مشرف سے زیادہ معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔ آپ ہمیں آزما کر دیکھ لیجئے، ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ اِسی طرح اپنے ''امریکی آقا'' کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے یہ بیان بھی دیا ہے کہ **1997** میں اکثریت کی بنا پر ہم نے چاہا تھا کہ شریعت نافذ کر دیں، مگر اب کی بار یہ ''غلطی'' نہیں کریں گے۔ یہ بیانات واضح کرتے ہیں کہ چہروں کے تبدیل ہو جانے کے باوجود امریکہ کی غلامی برقرار رہے گی۔ امریکہ کی غلامی سے چھٹکارا اور حقیقی آزادی کے حصول کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم امریکہ کی طاقت کے سحر سے باہر نکل کر کائنات کی اصل طاقت اللہ تعالیٰ کا سہارا پکڑیں، اُس سے لو لگائیں، اُسے راضی کریں، اگر وہ ہم سے راضی ہوگیا اور اُس کی مدد ونصرت ہمیں حاصل ہوگئی تو پھر کوئی ہمارا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ اللہ کی جانب رجوع اور اُس کے دین سے وفاداری انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی مطلوب ہے۔ یہی ہماری پناہ گاہ ہے، یہی عزت، تحفظ، بقا، سلامتی اور آزادی کا حقیقی راستہ ہے، ورنہ خاکم بدہن، رہی سہی آزادی بھی چھن سکتی ہے۔ ہمارے زوال اور نکبت کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے دین کو چھوڑ دیا ہے اور اللہ کو بھلا بیٹھے۔ حالانکہ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

(الانفال:1)

''اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلو۔''

ہماری عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت، اپنی معیشت، معاشرت اور سیاست میں اسلامی تعلیمات کی پیروی تو درکنار ارکان اسلام نماز روزہ پر بھی کاربند نہیں۔ ہم نے بحیثیت قوم اللہ کے دین سے غداری کی ہے۔ افراد قوم نے اللہ تعالیٰ کی بجائے زمانے کے چلن اور رسم ورواج اور روپے پیسے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ہمیں اپنا یہ طرزِ زندگی تبدیل کرنا ہوگا۔ اللہ کے ساتھ اپنا مضبوط تعلق استوار کرنا ہوگا، پھر یہ کہ اجتماعی سطح پر دین سے جو بے وفائی ہو رہی ہے، اُسے ترک کر کے نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے غداری کریں، اُس کے احکامات سے انحراف کریں، اجتماعی سطح پر اُس کے دیئے گئے نظامِ عدل سے متصادم نظام چلائیں، اور وہ ہمیں عزت وکامرانی عطا کرے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں جو لوگ اُس کے دیئے گئے قانون وشریعت کے مطابق فیصلہ نہ کریں، اللہ کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ وہ فاسق، ظالم اور کافر ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ہم نام کے مسلمان بننے کی بجائے عملی طور پر مسلمان بنیں۔ مسلمانی کے کچھ بنیادی تقاضے ہیں، جنہیں پورا کیا جانا لازم ہے۔

پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں۔ ہمارے حکمران بھی توبہ کریں، اور ہمارے علماء، عوام اور سیاستدان بھی! اور پھر توبہ کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے غلط طرزِ زندگی اور باغیانہ روش کو ترک کریں، اپنی خطاؤں، کوتاہیوں اور جرائم سے کنارہ کش ہوکر اصلاحِ عمل پر کمربستہ ہو جائیں، اور آئندہ کے لئے ان سے اجتناب اور اللہ کی بندگی کا عزمِ مصمم کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' سماءِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے' اور ارشاد فرماتا ہے' کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے' میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے' میں اس کو بخش دوں۔'' (متفق علیہ)

پریس ریلیز 7 ستمبر 2007ء

سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگانے والوں کا مقصد اب سب سے پہلے اقتدار بن کر رہ گیا ہے

اگر ہم صرف چہروں کی تبدیلی پر ہی مٹھائیاں بانٹتے رہے اور اللہ کی مدد کے حصول کے لیے دین نافذ نہ کیا تو رہی سہی آزادی سے بھی محروم ہوجائیں گے

حافظ عاکف سعید

سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگانے والوں کا مقصد اب سب سے پہلے اقتدار بن کر رہ گیا ہے۔ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے صدر پرویز مشرف بڑے سے بڑا اقدام اُٹھانے کو تیار ہیں، خواہ ملک وقوم کا کتنا ہی نقصان ہو۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان آج جن مسائل میں گھرا ہے اس کے ذمہ دار حکمران ہی نہیں بلکہ عوام بھی ہیں۔ کیونکہ عوام نے ہر دور میں ان مسائل سے نجات کی راہ صرف حکمرانوں کی تبدیلی میں ہی تلاش کی۔ حالانکہ جب بھی کوئی نیا حکمران آیا ہماری مشکلات اور ملک کے مسائل میں اضافہ ہی ہوا۔ ہم بار بار ڈسے جانے پر بھی یہ سبق سیکھنے کو تیار نہیں کہ گاؤ رفت وخر آمد سے ہمارے حالات کبھی نہیں بدلیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مایوسی کے ان اندھیاروں میں وکلاء کی تحریک کے نتیجے میں عدلیہ کی آزادی امید کی واحد کرن ہے، لیکن یہ بھی صرف اللہ کی طرف سے معجزانہ طور پر ممکن ہوا۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک ہم اپنا قبلہ درست نہیں کریں گے اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی روش اختیار نہیں کریں گے آمریت، استبداد اور مہنگائی کے چنگل سے نہیں نکل سکیں گے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امریکہ کی غلامی ترک کر کے ہمارے حالات میں بہتری آ جائے گی۔ اول تو امریکہ کی غلامی سے نکلنا آسان نظر نہیں آتا کیونکہ بے نظیر اور نواز شریف ایک دوسرے سے بڑھ کر امریکہ کی وفاداری کا دم بھرتے نظر آ رہے ہیں۔ امریکہ کی غلامی سے نکلنے کے لیے ہمیں کائنات کی سب سے بڑی قوت کا سہارا چاہیے۔ اس رب کا دامن تھام کر ہی ہم امریکہ کی غلامی سے نکل سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم صرف چہروں کی تبدیلی پر ہی مٹھائیاں بانٹتے رہے اور اللہ کی مدد کے حصول کے لیے اس کی وفاداری کے طور پر یہاں دین نافذ نہ کیا تو گزشتہ 60 سالوں میں آزادی وخودمختاری کا بڑا حصہ پہلے ہی کھو چکے ہیں، رہی سہی آزادی سے بھی محروم نہ ہو جائیں۔ (جاری کردہ: شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

دوسرا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے دین کے معاون و مددگار بنیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ ﴾

(الصف:14)

''اے اہل ایمان! اللہ کے مددگار بن جاؤ''

اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے مددگار بننے سے مراد اُس کے دین کا جھنڈا بلند کرنا، اُس کی نصرت، حمایت، اُس کے غلبے کی جدوجہد کرنا ہے۔ تاکہ دین اللہ غالب و سر بلند ہو، لتكون كلمة الله هی العلياء۔ افسوس کہ ہم نے اسلامی نظام سے روگردانی کی ہے۔ اور یہ ہمارا اجتماعی جرم ہے، یہ ضروری ہے کہ ہم اِس جرم کا ازالہ کریں۔ اور غلبہ دین حق کی جدوجہد کریں جو ہمارا بنیادی دینی فریضہ ہے، یہی قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ اِس کے لئے اپنے جسم و جان کی توانائیاں لگائیں۔ اپنے اوقات صرف کریں۔ اپنا مال خرچ کریں۔ اگر ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر دین کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیں تو اُس کی نصرت ضرور ہمارے شامل حال ہوگی۔ وہ خود فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد:7)

''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔''

اور اگر اللہ ہمارا مددگار ہو جائے، تو پھر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا۔

﴿ اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ﴾

(آل عمران:160)

''اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔''

آج دنیا میں انسانوں کی عظیم اکثریت بشمول مسلمانوں کے اللہ کی بغاوت پر اتر آئی ہے۔ اُس نے طاغوتی تہذیب اور باغیانہ شیطانی نظام کو اپنا رکھا ہے۔ رب تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اُس کی دھرتی پر اُسی کا نظام چلے، اُسی کا قانون نافذ ہو۔ لیکن اللہ کی دھرتی پر آج انسانوں کا خودساختہ ظالمانہ نظام چل رہا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم اِس نظام کو ہٹا کر اللہ کی حاکمیت پر مبنی اسلامی نظام قائم کریں، مسلمانان پاکستان کی تو یہ دوہری ذمہ داری ہے، اس لئے کہ ہم نے نفاذ اسلام کے وعدے پر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ اسلام کے بغیر نہ تو ہماری بقا و سلامتی ممکن ہے اور نہ ہم حقیقی آزادی کی منزل سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا، اور طاغوتی نظام کے خاتمے اور اپنے سچے اور عادلانہ نظام کے غلبے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! [تلخیص: محبوب الحق عاجز]

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے زیر اہتمام

رمضان المبارک 2007ء کے متوقع پروگرام

مکمل دورہ ترجمہ قرآن مع تراویح

نام تنظیم	مقام	متوقع مدرس
لاہور وسطی	مسجد الغنی لوہاری گیٹ اندرون شہر لاہور	عمران حمید
سمن آباد	جامع مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ سمن آباد لاہور	انجینئر محمد علی
چھاؤنی	جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی، والٹن روڈ لاہور چھاؤنی	مرزا محمود الحسن
شاہدرہ	جامع مسجد نور الہدیٰ فیروز والا شاہدرہ	افتخار احمد + اقبال حسین
لاہور شمالی نمبر 2	دفتر تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور	محسن محمود
لاہور شمالی نمبر 2	رہائش ڈاکٹر محمد ابراہیم 235 لاریکس کالونی گرڈ اسٹیشن نمبر 1 گڑھی شاہو لاہور	ڈاکٹر محمد ابراہیم
ماڈل ٹاؤن	جامع مسجد قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور	حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی
شیخوپورہ	جامع مسجد خدیجۃ الکبریٰ محلہ غوثیہ نگر، چٹی کوٹھی روڈ شیخوپورہ	ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

مکمل ترجمہ قرآن بعد از تراویح

نام تنظیم	مقام	متوقع مدرس
شمالی نمبر 2	جامع مسجد نور گلستان کالونی مصطفیٰ آباد لاہور	اقبال حسین
شمالی نمبر 2	بیت الہدیٰ 21 شجر راہ تاج باغ لاہور	شاہد اسلم
ماڈل ٹاؤن	ڈینٹل پیپی ڈیٹ 3 بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور مکمل ترجمہ صبح 10 بجے (مرد و خواتین)	حافظ عاطف وحید

خلاصہ مضامین قرآن مع تراویح

نام تنظیم	مقام	متوقع مدرس
لاہور وسطی	رہائش محمد احمد قصور پورہ راوی روڈ لاہور	مبارک گلزار
علامہ اقبال ٹاؤن	جامع مسجد سراج منیر U-887 سبزہ زار سکیم ملتان روڈ لاہور	میاں تصور احمد

خلاصہ مضامین / مختصر ترجمہ قرآن بعد از تراویح

نام تنظیم	مقام	متوقع مدرس
شمالی نمبر 1	مکان نمبر 3 گلی نمبر 17 خلافت بلڈنگ وسن پورہ شاد باغ لاہور	بذریعہ ویڈیو (از بانی تنظیم اسلامی)
لاہور وسطی	جامع مسجد فضیلہ عثمانیہ مونگیا سٹریٹ دیو سماج روڈ سنت نگر لاہور	نثار احمد خان
لاہور شرقی	مسجد بلال نزد دفتر ناظم نشتر ٹاؤن C-1/473-1 ٹاؤن شپ	حافظ عبداللہ محمود
لاہور شرقی	رہائش امجد مختار D-2-92 واپڈا ٹاؤن لاہور	انیل اقبال

ترجمہ قرآن برائے خواتین

نام تنظیم	مقام	وقت
چھاؤنی	27 عسکری ہاؤسنگ سکیم نشاط کالونی لاہور کینٹ	صبح 10 تا 1
شمالی نمبر 2	بیت الہدیٰ 21 شجر راہ تاج باغ لاہور	صبح 10 بجے تا 12:30
شمالی نمبر 2	دفتر تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور	صبح 10 تا 12:30

روزے کا مقصد اور اہمیت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دینِ اسلام وہ صراط مستقیم ہے جو خود خالق کائنات نے انسانوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔ اس کی تعلیمات میانہ روی اور اعتدال کی مظہر ہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس نے یہ ضابطۂ حیات مقرر کیا ہے وہ انسان کی استعدادوں اور کمزوریوں سے خوب واقف ہے۔ لہٰذا اس دین میں کوئی بات ایسی شامل نہیں جس پر عام آدمی عمل نہ کرسکے یا اُس پر عمل کرنا دشوار ہو۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، یعنی توحید و رسالت کا اقرار، پنجگانہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ نماز باقاعدگی سے پڑھنے والا اسے ہرگز بوجھ نہیں سمجھتا۔ بلکہ وضو کی بدولت ہر نماز کے بعد اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ صرف اُس شخص کو ادا کرنا ہے جو دولت مند ہے اور اُس کے پاس نقدی یا زیورات پورا سال پڑے رہیں۔ پھر اس زائد از ضرورت مال پر زکوٰۃ صرف چالیسواں حصہ ہے جو آسانی سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ جو صاحب نصاب نہیں اُس پر زکوٰۃ ویسے ہی نہیں ہے۔ حج بھی مالداروں پر فرض ہے۔ جو اس قدر صحت مند ہوں کہ لمبے سفر کی مشقت برداشت کرسکیں اور حج کے تمام ارکان انجام دینے کے قابل ہوں۔ اسی طرح روزہ بھی ایسی عبادت نہیں کہ عام صحت مند انسان کی مقدرت سے باہر ہو، چوبیس گھنٹوں میں دو دفعہ کھانے کی اجازت ہے۔ اتنی بھوک نہ صرف قابل برداشت ہے بلکہ انسان کو کئی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ شہوانی جذبات پر پابندی صرف دن کے اوقات میں روزہ کی حالت میں ہے، رات کے ساعات میں یہ پابندی نہیں۔

اللہ تعالیٰ الحکیم ہے، اُس کا کوئی کام کوئی امر حکمت سے خالی نہیں۔ جس سے اُس نے روکا ہے اُس میں ضرور کوئی مضرت کا پہلو ہے اور جس کام کے کرنے کا اُس نے حکم دیا ہے لازماً اس میں انسان کی اپنی ہی بھلائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، نہ کسی کا نیک عمل اُسے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی کی بدعملی اُس کے لئے ضرر رساں ہوسکتی ہے۔ جس طرح نماز انسان کے کردار کو مضبوط کر کے اُسے برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے، اسی طرح زکوٰۃ مال کی محبت میں دیوانہ ہونے سے محفوظ رکھتی ہے، اور زکوٰۃ دینے والا سائل اور محروم کی مدد کر کے روحانی تسکین حاصل کرتا ہے۔

بالکل اسی طرح روزہ رکھنے والا معاشرے کے مفلس اور نادار لوگوں کی مشکلات سے آگاہ ہوتا ہے۔ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس کے پاس اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے خوراک نہ ہو، پہننے کے لئے مناسب لباس نہ ہو، روزمرہ کی ضروری چیزیں اُسے میسر نہ ہوں تو اُس کی زندگی کتنی تلخ ہوتی ہے۔ چنانچہ روزے کی حالت میں دولت مند شخص کا یہ شعور بیدار ہوتا ہے کہ اُسے گرے پڑے افراد یا خاندان کی مالی مدد کرنا ہے، تاکہ وہ مشکلات سے نکل سکیں۔ اُس کے اندر اللہ کا شکر ادا کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے، جس نے اُسے صحت کے ساتھ کھانے پینے اور ضرورت کی دوسری اشیاء وافر مقدار میں دے رکھی ہیں۔ اس جذبے کی بیداری خود بہت بڑی چیز

> **روزہ رکھنے والا معاشرے کے مفلس اور نادار لوگوں کی مشکلات سے آگاہ ہوتا ہے۔ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس کے پاس اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے خوراک نہ ہو، پہننے کے لئے مناسب لباس نہ ہو، روزمرہ کی ضروری چیزیں اُسے میسر نہ ہوں تو اُس کی زندگی کتنی تلخ ہوتی ہے**

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شکر گزار بندے پسند ہیں جبکہ وہ دولت میں سرمست خدا فراموش بندوں سے ناخوش ہوتا ہے اور انہیں عذاب کی وعید سناتا ہے۔

روزے کی حالت میں روزہ دار پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں، وہ صرف ایک ماہ کے لئے ہیں مگر ان پابندیوں پر ٹھیک طور پر عمل کرنے والے انسان کے لئے رمضان کے بعد بھی برائیوں سے باز رہنا، آسان ہو جاتا ہے۔ جب وہ رمضان شریف میں جائز چیزوں کے استعمال سے محض اللہ کے حکم سے رک جاتا ہے تو وہ رمضان کے بعد شریعت کی لگائی ہوئی حلال اور حرام کی پابندی کا کیوں لحاظ نہیں رکھے گا۔ کیونکہ جس اللہ کے حکم کے تحت وہ کھانے پینے، شہوت رانی، بدمعاملگی، گالی گلوچ اور جھگڑے سے رمضان کے دوران روزے کی حالت میں باز رہتا ہے، نماز کی پابندی کرتا اور ذکر واذکار میں مصروف رہتا ہے تو ایک ماہ کی یہ مشق اور تربیت اُسے اس قابل کر دے گی کہ وہ ضرورت مند انسانوں کے ساتھ ہمدردی کرے اور اللہ کے تمام حکموں کی پابندی کرے۔ گویا روزہ ایک ایسی تربیت ہے جس کی تاثیر سے انسان اخلاقی خوبیوں پر عمل پیرا ہو جاتا ہے اور رذائل اخلاق سے بچ جاتا ہے۔ یہی وجہ کہ روزہ جس شخص کی زندگی کو مثبت انداز میں متاثر نہیں کرتا یعنی وہ روزے کی حالت میں بھی برائیوں کے ارتکاب سے باز نہیں رہتا۔ اُس کے روزے کو بے نتیجہ اور خواہ مخواہ کی بھوک پیاس قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں (صحیح بخاری)

قرآن مجید میں روزہ کا مقصد حصول تقویٰ بتایا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے: اے اہل ایمان! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ قرآن مجید کا معروف اور جانا پہچانا لفظ ہے، جس کا معنی پرہیزگاری کیا جاتا ہے یعنی زندگی کو اس انداز میں گزارنا کہ بندے پر خدا کا خوف طاری ہو۔ وہ ہر برائی سے بچنے کی کوشش کرے اور نیکی کے کسی موقع کو فائدہ اٹھائے بغیر ضائع نہ کرے۔ رمضان شریف کے دوران روزے کی بھوک اور پیاس برداشت کرنا اور دوسری پابندیوں کا خیال رکھنا، راتوں کو دل جمعی اور ذوق وشوق کے ساتھ تراویح میں قرآن سننا، انسان کی روحانی بالیدگی کا باعث بنتا ہے اور یہ روحانی ترفع آنے والی زندگی میں اُس کے لئے بڑے اجر کا باعث ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جو لوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح وتہجد) پڑھیں گے اُن کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

پس روزہ جہاں دنیوی زندگی میں اخلاق وعبادات کے سنوارنے کا موجب بنتا ہے اسی طرح ابدی زندگی میں فوز وفلاح اور نجات کا باعث بنے گا، بس شرط یہ ہے کہ دن کو روزہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے پوری پابندیوں کے ساتھ رکھا جائے اور رات پوری دلچسپی کے ساتھ تراویح میں قرآن سنا جائے اور سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے روزے دار کے ساتھ بڑے بیش قیمت انعامات کے وعدے فرمائے ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ماہ صیام کے روز وشب سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔

حالیہ بحران مشرف کے لئے مہلت یا آزمائش؟

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ
بانی تنظیم اسلامی

صدر پرویز مشرف اقتدار کے نشے میں ملکی حالات کو آخری حد تک لے گئے ہیں اور وردی کے مسئلے پر اُن کے ضد پر مبنی رویے سے موجودہ "سیٹ اَپ" میں تبدیلی کا قوی امکان پیدا ہوگیا ہے۔ صدر مشرف نے فیل مست کی صورت اختیار کرتے ہوئے اپنے اقتدار کے لئے خطرہ بننے والے عوامل کو غیر مؤثر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس کے لئے اولاً انہوں نے دو بڑی سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کو مقدمات کا ہوا دکھا اپنے اقتدار کو محفوظ بنایا۔ ثانیاً ملک کے منتخب آئینی صدر کو ایوان اقتدار سے چلتا کیا۔ ثالثاً دینی جماعتوں کے اتحاد "متحدہ مجلس عمل" کو جھانسا دیا اور سترھویں ترمیم کی حمایت کے بدلے میں وردی اُتارنے کا وعدہ کیا اور کھلم کھلا وعدہ خلافی کر کے دینی جماعتوں کے اتحاد کو عوام میں بدنام کر دیا۔ رہی سہی کسر 9 مارچ کو پوری کر دی گئی جب چیف جسٹس آف پاکستان کو آرمی ہاؤس طلب کر کے راستے سے ہٹانے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ مگر چیف جسٹس افتخار محمد چودھری آمریت کی اندھی قوت کے مقابلے میں ڈٹ گئے، اُن کے خلاف حکومت نے آئینی ریفرنس دائر کیا، اس کا مقصد ملک کے عظیم ترین آئینی ادارے یعنی عدلیہ کے کردار کو مجروح کرنا تھا۔ وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ پہلی مرتبہ عدلیہ نے "نظریہ ضرورت" کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اور کروڑوں عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے صد فیصد صحیح فیصلہ صادر فرمایا۔ عدالت کے اس تاریخی فیصلے سے ملک میں جو بحران تھا وہ کم از کم ظاہری طور پر ختم ہوگیا۔ یہ "ظاہری" کا لفظ بہت اہم ہے۔ اس لئے کہ یہ بحران حقیقتاً ختم نہیں ہوا۔ اس کا واضح ثبوت شریف فیملی کی وطن واپسی کے بارے میں فیصلے پر وفاقی وزیر برائے پارلیمانی اُمور کا توہین آمیز ردِ عمل ہے۔ اگر تو یہ اُن کے اپنے خیالات ہیں تو ایسے غیر ذمہ دار شخص کو اُن کے عہدہ سے فارغ کیا جانا چاہئے تھا، مگر اُنہیں فارغ نہ کرنے کا فیصلہ اس چیز کا غماز ہے کہ اُنہوں نے حکومتی مؤقف کی ترجمانی کی ہے۔ حالیہ سیاسی بحران میں مزید بگاڑ کا باعث صدر پرویز مشرف کا وردی میں آئندہ صدارتی انتخاب لڑنے کا عزم بھی ہے۔ صدر پرویز مشرف اور اُن کے حمایتی موجودہ بحرانی کیفیت کے انکاری ہیں، جبکہ حالیہ سیاسی بحران ملک کے مخلص اور حساس لوگوں کے لئے نہایت اعصاب شکن ہے۔

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 111 میں نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ "(اے حبیب) فرما دیجئے کہ میں نہیں جانتا، ہوسکتا ہے کہ یہ تمہارے لئے ایک بڑی آزمائش اور (اس سے بڑی آزمائش کے لئے) تھوڑی مدت کے لئے ایک مہلت ہو"۔ یہ بڑے ہی تنبیہ آمیز الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ آزمائش کے لئے کچھ نہ کچھ مہلت درکار ہے۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں ایک مہلت کا تذکرہ ہے کہ شاید وہ آخری گھڑی ٹل گئی ہے اس لئے تمہیں آزمائش کا ایک اور موقع دیا جارہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے پاکستان کی تاریخ میں بہت بڑے Danger Zone گزرے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں 25 برس کی مہلت عمل دی کہ تم نے نعرے لگائے تھے پاکستان کا مطلب کیا، "لا الٰہ الا اللہ" خدا نے کہا لو ہم تمہیں پاکستان دیتے ہیں، پھر دیکھیں گے کہ تم کیا کرتے ہو۔ لیکن 25 برس کی طویل مہلت عمل میں ہم چونکہ بالکل ناکام ثابت ہوئے لہٰذا عذاب الٰہی کا کوڑا ہماری پیٹھ پر برسا اور تاریخ کی بدترین اور شرمناک شکستوں میں سے ایک شکست ہمارے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنی۔ ہمارے 93 ہزار فوجی اور سول اہلکار ہندوستان کی قید میں چلے گئے، جن میں 53 ہزار مسلح افواج کے جوان تھے۔ اب پاکستان کی عمر کے 60 برس مکمل ہوچکے ہیں اور جس دور سے ہم گزر رہے ہیں میں اُسے وقت کے اعتبار سے Danger Zone کہتا ہوں جس میں حالیہ سیاسی بحران بھی بڑا ہی نازک مسئلہ ہے۔ اس بحران کی نزاکت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کو ابوظہبی جا کر بے نظیر بھٹو سے ملاقات کرنا پڑی حالانکہ وہ اس سے قبل انہیں سیکیورٹی رسک قرار دیتے رہے ہیں۔

اپنے اقتدار کے اوّل روز سے پرویز مشرف جس طرح کا معاملہ کر رہے ہیں اس کے دو پہلو بالکل نمایاں ہوچکے ہیں جن میں اولین اسلام سے اغماض اور اعراض بلکہ کھلم کھلا استہزاء بھی ہے۔ میرے نزدیک اس سے بڑا ان کا جرم اور کوئی نہیں اور دوسری طرف اس سے بھی خطرناک معاملہ ذاتی استکبار اور استبداد کا ہے اور یہ دونوں چیزیں یعنی ایک اللہ سے بغاوت اور دوسری خلق خدا سے بغی وطغیان ظلم کے دو پہلو ہیں۔ اب اس صورتحال کے دو بڑے نتائج ہیں۔ پہلا نتیجہ یہ کہ پرویز مشرف میں آمریت کے بدترین اور مہلک ترین (Most Virulent) جراثیم موجود ہیں۔ اور ہمارے علم میں ہے کہ دنیا میں بدترین آمریتیں بھی دائم نہیں رہیں، خواہ وہ فوجی ہوں یا سیاسی۔ صدر پرویز مشرف کی بدترین آمریت کے مظاہر نواب اکبر بگٹی کے خلاف آپریشن، لال مسجد انتظامیہ کے خلاف وحشیانہ اقدام، شمالی علاقہ جات اور جنوبی وزیرستان میں نہتے اور بے گناہ افراد کے خلاف یکطرفہ جنگ اور بے گناہ اور مظلوم افراد کو بغیر کسی مقدمے اور کسی جرم کے غائب کرنا یا امریکہ کے حوالے کرنا ہے۔ حکمران جان لیں کہ آزاد عدلیہ کے ہوتے ہوئے اس نوعیت کی مزید بدترین آمریت کے لئے اب فضا موجود نہیں ہے۔

اس صورت حال میں راقم پرویز مشرف کے گوش گزار دو باتیں کرنا چاہتا ہے، پہلی بات تو اس شعر کے حوالے سے ہے کہ:

یہی انجام کا مارا ہوا دل
ہلاک عشرت آغاز بھی ہے!

کوئی شے شروع میں بڑی اچھی اور حسین لگتی ہے، خاص طور پر حکومت اور اقتدار میں جو شان و شوکت اور کروفر ہوتا ہے وہ بڑا سرور آور ہوتا ہے، لیکن اس کا انجام عبرتناک بھی ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے سابقہ حکمرانوں میں سے تین مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارے ملک میں جو سب سے پہلے عوامی آمریت کی راہ پر چلا اس کا نام ذوالفقار علی بھٹو تھا۔ وہ بہت زیادہ طلسماتی شخصیت کا مالک تھا، بین الاقوامی سطح کے معاملات اور خارجہ پالیسی میں آج تک پاکستان میں کوئی شخص اس کی ٹکر کا پیدا نہیں ہوا۔ بھٹو واقعتاً بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا...... اس شخص کے خلاف جو عوامی تحریک چلی اور اس کا جو انجام ہوا' موجودہ حکمران اسے سامنے رکھیں۔ اسی طرح کی ایک مثال نیم اسلامی آمر ضیاء الحق کا حشر ہے۔ جن آقاؤں کے کھونٹے پر وہ پھدکتے تھے اُنہوں نے ہی اُن کی گردن دبا دی۔ تیسری مثال ایک اور عوامی آمر میاں نواز شریف کی ہے جنہوں نے پارلیمنٹ کو ربڑ سٹمپ بنانے، عدلیہ کو محکوم کرنے اور وزیر اعظم کے اختیارات کو بے انتہا کرنے کے لئے ہر قسم کے ہتھکنڈے

استعمال کیے۔ یہ مثالیں جنرل پرویز مشرف کی عبرت آموزی کے لئے کافی ہیں۔ دوسری بات بھی ایک شعر کے حوالے سے کہنا چاہتا ہوں کہ:

سکوت لالہ و گل پہ نہ جانا
اسی میں شعلہ آواز بھی ہے

یعنی یہ پھول خاموش ہیں، بولتے نہیں، لیکن ان کی خاموشی پر مت جایئے، بعینہٖ فی الحال عوام کی خاموشی اوراُن کی طرف سے کسی قسم کے ردّعمل کا نہ ہونا آپ کو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ کردے، برداشت کی آخر کوئی حد ہوتی ہے اور سکوت لالہ وگل جب پھٹتا ہے تو بہت خوف ناک نتائج پیدا کرتا ہے۔

اس صورتحال میں حل یہی ہے کہ صدر مشرف صدارت کے انتخاب کے لئے اپنی وردی کو ضد اور انا کا مسئلہ نہ بنائیں کیونکہ اگر اس مسئلہ میں سپریم کورٹ نے اُن کے مؤقف کے خلاف فیصلہ دے دیا تو اُن کی بہت سبکی ہوگی۔ ویسے بھی حکومت اس سے قبل چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف ریفرنس، لاپتہ افراد کی بازیابی کے مقدمے اور شریف برادران کی وطن واپسی کے کیس میں ہونے والے فیصلوں میں پہلے ہی بہت ہزیمت اُٹھا چکی ہے۔ لہٰذا راقم کے خیال میں حکومت کے پاس غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور صدر اپنی اَنا کی قربانی دے کر دانش مندی کا ثبوت دیں اور صدارتی انتخاب وردی کے بغیر لڑیں اور فوج کے معزز ادارے کو سیاست سے نکال کر بیرکس میں واپس بھیجیں تاکہ اُن کے وقار میں مزید کمی نہ آئے۔

راقم کے نزدیک ایسے بحران اس وقت تک آتے رہیں گے جب تک ملک میں اسلام کی جانب کوئی پیش رفت نہیں ہوتی۔ اس ضمن میں ہمارا یہ کام ہے کہ ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھیں جس میں آپ نے فرمایا کہ ''دین تو نام ہے نصیحت اور خیر خواہی کا'' پوچھا گیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کی نصیحت اور کس کی خیرخواہی!'' تو آپؐ نے فرمایا! ''اللہ کے ساتھ، اس کی کتاب کے ساتھ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ وفاداری، اخلاص، خلوص اور مسلمانوں کے اماموں کے ساتھ خیرخواہی اور عوام کے ساتھ بھی خیر خواہی''۔ یہاں آئمہ کو عوام سے مقدم رکھا گیا ہے اس لئے کہ اُن کے ہاتھ میں اختیارات ہوتے ہیں۔ ان اختیارات کا اگر صحیح استعمال ہوجائے تو پورے ملک اور پوری قوم کا بھلا ہوتا ہے اور اگر ان اختیارات کا غلط استعمال ہوجائے تو تباہی آجاتی ہے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں ہمیشہ اختیارات کا غلط استعمال ہوا ہے۔

رنگ گل کا ہے سلیقہ، نہ بہاروں کا شعور
ہائے کن ہاتھوں میں تقدیر حنا ٹھہری ہے!

اب ارباب اختیار کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے اقدامات کریں جو دین، ملک اور قوم کے بھلے میں ہوں۔ یہ دیکھے بغیر کہ وہ انہیں پسند ہیں یا نہیں۔ وہ صرف یہ دیکھیں کہ کیا صحیح ہے۔ اور کس چیز پر اُن کا دل مطمئن ہے اور اُن کے ذہنوں میں ہمیشہ یہ بات مستحضر رہے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ خوش ہو، کیونکہ ہمیں اپنے ہر عمل کے لئے اس کے سامنے جوابدہی کرنی ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ ہمارے لئے تو ہر لمحہ محشر کا ہے یعنی

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

بقیہ: کالم آف دی ویک

بن جاتی ہے۔ اسے کوئی بیماری لگتی ہے اور اس بیماری کا علاج اس کی آدھی دولت کو نگل جاتا ہے۔ باقی دولت اس کی نالائق اولاد اُجاڑ دیتی ہے اور آخر میں وہ انسان اور اس کا خاندان زیرو پوائنٹ پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا راستہ ذرا طویل، مشکل اور کٹھن ہوتا ہے۔ اس راستے پر چلنے والے لوگ دوران سفر زیادہ سہولتیں حاصل نہیں کر پاتے۔ انہیں فاقے بھی کاٹنے پڑتے ہیں اور اپنی خواہشوں اور حسرتوں کی قربانی بھی دینا پڑتی ہے لیکن سفر کے آخری حصے میں وہ دنیا کی تمام نعمتیں پا جاتے ہیں۔ انہیں دولت بھی ملتی ہے، عزت بھی، شہرت بھی، نیک نامی بھی اور سکون بھی۔ آپ واپس دونوں بھائیوں کی طرف آئیں۔ آج پہلا بھائی قبر میں عذاب بھگت رہا ہے جبکہ دوسرا بھائی ستر سال کی عمر میں بھی صحت مند ہے۔ اسے دل کا عارضہ لاحق ہے اور نہ ہی پیشاب کی تکلیف، وہ روزانہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے اور پانچ پانچ کلومیٹر واک کرتا ہے۔ پہلے بھائی کے بچے کوڑی کوڑی کے محتاج ہیں جبکہ دوسرے بھائی کے بچے کروڑوں میں کھیل رہے ہیں۔ پہلا بھائی بدنامی اور عبرت کا نشان بن چکا ہے جبکہ دوسرے بھائی کے استقبال کے لئے سینکڑوں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اینڈ آف دی ڈے دوسرا بھائی کامیاب قرار پایا۔

مجھے یہ واقعہ میرے ایک استاد نے سنایا تھا اور آخر میں مجھے مشورہ دیا تھا: ''تم جب بھی زندگی کی منصوبہ بندی کرنا اینڈ آف دی ڈے کو سامنے رکھ کر اس کی پلاننگ کرنا، تم خسارے میں نہیں رہو گے'' میں آج سوچتا ہوں، کاش ہمارے صدر پرویز مشرف کا بھی کوئی استاد ہوتا تو وہ یوں آج تنہا نہ ہوتے۔ یوں آج ہر چیز ان کے ہاتھ سے نہ نکل رہی ہوتی!

✿✿✿✿✿

7 ستمبر 2007ء

رمضان کے روزے کا مقصد روح کو قرآن کی برکتوں سے فیضیاب کرنا ہے روح کے تقاضوں سے غفلت کے سبب نفس کی ظلمت روحانی نور پر غالب آجاتی ہے اور انسان ابوجہل بن جاتا ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

ماہ رمضان اور لیلۃ القدر کی فضیلت نزول قرآن کے باعث ہے۔ رمضان المبارک کے روزے کا مقصد روح کو قرآن کی برکتوں سے فیضیاب کرنا ہے۔ یہ بات بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ''استقبال رمضان'' کے موضوع پر جامع مسجد قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ انسان، خاکی جسم اور روح کا مرکب ہے۔ جب وہ روح کے تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے تو نفس کی ظلمت روحانی نور پر غالب آجاتی ہے اور انسان ابوجہل بن جاتا ہے۔ اسی لیے رمضان المبارک میں دن کے روزہ اور رات کو قرآن کے ذریعے قیام کی دو عبادتیں رکھی گئی ہیں۔ روزے کا مقصد نفس پر قابو پانا ہے تاکہ انسان کے حیوانی تقاضے اس کے مکمل کنٹرول میں آجائیں جبکہ رات کو تراویح میں قیام کے دوران جب روح پر قرآن کے انوارات کی بارش ہو تو رُوح اِس قدر قوی ہو جائے کہ انسان اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے تیار ہو سکے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن کے مطالب کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت صرف کریں، تاکہ تراویح کے دوران جو قرآن پڑھا جائے اس کا مفہوم قلب و ذہن میں اُتر سکے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد

سانپ کے منہ میں چھچھوندر

محمد سمیع

اللہ تعالیٰ کی بھی کیا شان ہے کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں پاکستان کی شمولیت کے خلاف جو دلائل دینی حلقے پیش کرتے تھے، جن پر کبھی ہمارے صدر مملکت نے کان دھرنے کی زحمت گوارا نہیں کی، آج وہ دلائل ان کی اپنی حکومت کے لوگ اسمبلی کے فلور پر دے رہے ہیں۔ ہمارے دینی حلقے نے اپنے مؤقف کی حمایت میں یہی بات کہی کہ قرآن کریم کے مطابق یہود و نصاریٰ کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ جب پاکستان نے اس نام نہاد اتحاد میں شمولیت اختیار کی تو ہمارے دانشور طبقہ نے صدر مملکت کی اصابت رائے کے بارے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے کہ انہوں نے اپنی دانشمندی سے پاکستان کو تورا بورا بننے سے بچالیا۔ ہمارے ایک بزرگ صحافی تو قرآن کریم کی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 28 سے اس فیصلے کے حق میں دلیل بھی لے آئے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مرحوم نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں اس آیت کی ترجمانی اس طرح کی ہے:

''مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور یار و مددگار نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں وہ رقم طراز ہیں:

''اگر کوئی مومن کسی دشمن اسلام جماعت کے چنگل میں پھنس گیا ہو اور اسے ان کے ظلم و ستم کا خوف ہو تو اس کو اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا کہ انہیں میں سے کا ایک آدمی ہے یا اگر اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کے لئے وہ کفار کے ساتھ دوستانہ رویہ کا اظہار کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ شدید خوف کی حالت میں جو سختی برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس کو کلمۂ کفر تک کہہ جانے کی رخصت ہے۔ اپنی جان بچانے کے لئے تم اس حد تک تو تقیہ کر سکتے ہو کہ اسلام کے مشن اور اسلامی جماعت کے مفاد اور کسی مسلمان کی جان و مال کو نقصان پہنچائے بغیر اپنی جان و مال کا تحفظ کرو۔ لیکن خبردار! کفار اور کفار کی کوئی ایسی خدمت تمہارے ہاتھوں انجام نہ ہونے پائے جس سے اسلام کے مقابلے میں کفر کو فروغ حاصل ہونے اور مسلمانوں پر کفار کے غالب آ جانے کا امکان ہو۔''

چونکہ ان بزرگ صحافی نے اپنے استدلال کی بنیاد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی تفہیم القرآن پر رکھی تھی، لہٰذا جب ان کی علمی خیانت کی طرف توجہ دلائی گئی تو انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں اپنے فہم اسلام کا بڑا زعم ہے جس کا تذکرہ اکثر وہ اپنے کالموں میں کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے کچھ دانشوروں نے تو اس نام نہاد اتحاد میں شمولیت کو صلح حدیبیہ کا تقدس عطا کر دیا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

صلح حدیبیہ تو خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت کا اعلیٰ نمونہ تھا اور قرآن کریم نے سورۂ فتح کے آغاز میں اس صلح کو فتح عظیم قرار دیا اور یہ صلح اسلام کے غلبے کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوئی۔ ہماری اس نام نہاد اتحاد میں ہماری شمولیت نے ہم پر کون سی فتح کے دروازے کھولے۔ اس کے برعکس ہمیں اس کے نتیجے میں جو ذلت و خواری نصیب ہوئی ہے اور وطن عزیز کی سالمیت کو جو خطرہ لاحق ہو چکا ہے اس کی مثال اس مملکت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ ہیں ہمارے دانشوروں کے دانشورانہ کمالات۔

بہر حال اب ہمارے لئے یہ نام نہاد اتحاد سانپ کے منہ میں چھچھوندر بن چکا ہے، جسے نہ اُگلا جا سکتا ہے اور نہ نگلا جا سکتا ہے۔ کاش! ہمارے صدر مملکت نے اس نام نہاد اتحاد میں شمولیت میں اتنی عجلت کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا اور امریکی حکام سے اس بارے میں کم از کم اتنی مہلت حاصل کر لی ہوتی، جس کے دوران وہ اس معاملے پر قومی سطح پر مشاورت کے بعد فیصلہ کرتے، کیونکہ اس صورت میں جو بھی فیصلہ ہوتا وہ قوم کا فیصلہ ہوتا۔ اور اس کی ذمہ داری ان کی ذات پر نہ آتی۔ ان کو چاہیے کہ اپنے اس غلط فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں اور اس سے عاجزی سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قوم کے بند گلی سے نکلنے کی صورت پیدا فرمائے۔ اس وقت ان کے خلاف قوم میں جو شدید ردعمل موجود ہے، اس کا تقاضا ہے کہ جنرل محمد یحییٰ خان مرحوم کی طرح شفاف انتخابات کا اہتمام کریں اور اس کے نتیجے میں عوام جسے مملکت کی سیاست کے لئے منتخب کریں، ان کے حوالے کر کے اپنی زندگی کے آخری ایام گالف کھیلتے ہوئے گزار دیں یا یاد اللہ میں بسر کریں، یہ ان کے اپنے انتخاب پر ہے۔ ع

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

جناب صدر! اگر حکومت آپ کے اشارے پر امریکہ دشمنی کی بنیاد پر انتخابات کے میدان میں اترنا چاہتی ہے تو قوم سیاسی طور پر اتنی باشعور ہو چکی ہے کہ اب اُسے بآسانی ورغلایا نہیں جا سکتا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی دو بہنوں کے لئے جن کی عمریں 17 اور 35 سال (خلع یافتہ) تعلیم بالترتیب میٹرک اور آئی کام، امور خانہ داری میں ماہر کے لئے دینی مزاج کے حامل گھرانوں سے رشتے مطلوب ہیں۔

برائے رابطہ: 0321-5551869

☆ رفیق تنظیم اسلامی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، حافظ، قاری اور دیگر اسلامی کورسز، کے لئے دین دار بیٹی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0553015519

دعائے مغفرت کی درخواست

☆ تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے رفیق انوار احمد خان کی خوشدامن گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی باجوڑ جار کے ملتزم رفیق ظہیر الدین حادثاتی موت کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

☆ اُسرہ نوشہرہ کینٹ سے تعلق رکھنے والے ملتزم رفیق تنظیم جان نثار اختر کے چچازاد بھائی طویل علالت کے بعد بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔

قارئین سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

دل کی دھڑکن کہہ دے گی!

عتیق الرحمٰن صدیقی

صدر جنرل پرویز مشرف نے پی این ایس کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ارکان سے گفتگو کے دوران کہا ہے کہ ''یہاں کوئی بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں، میں بھی مستقل نہیں، انہوں نے مزید کہا'' اگر لوگ میرے خلاف ہو گئے تو میں خدا حافظ کہہ دوں گا۔'' صدر موصوف کی بات چیت کے دو حصے ہیں، پہلے حصہ میں کائنات کی بے ثباتی کا تذکرہ ہے اور اس حقیقت کا اعتراف ہے جسے قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا: ''ہر چیز جو زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔'' (الرحمٰن) گویا یہاں کوئی شے ایسی نہیں جو لافانی ہو اور زوال وفنا اس کا مقدر نہ ہو۔ اس اقتدار کا بھی دھڑن تختہ ہو کر رہتا ہے جس کے بل پر کوئی عاقبت نااندیش اپنی کبریائی اور قہرمانی کے ڈنکے بجاتا ہے۔ کلام کے دوسرے حصے میں انہوں نے کہا کہ اگر سب لوگ ان کے مخالف ہو گئے تو وہ اقتدار کو چھوڑ دیں گے۔ یہ جملہ بھی معنی خیز ہے اس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ مطلب متبادر ہوتا ہے کہ سب لوگ ان کے مخالف نہیں، ابھی یہاں ان کے پرستار بھی موجود ہیں مگر انہوں نے اس ابہام کو زائل کرنے کی کوشش نہیں کہ سولہ کروڑ کی آبادی میں ان کے وفا شعاروں کا تناسب کیا ہے۔ یہ کل کی بات ہے کہ صدر مشرف کے دامن عطوفت میں سانس لینے والے بعض بقراطوں نے جب عدلیہ کے بحران کا راستہ ہموار کیا تو سڑکوں پر اور سپریم کورٹ کے جلو میں نہ تھمتا ہوا ایک طوفان امڈ آیا، اپنی مقبولیت کی جانچ پرکھ کا یہ ایک واضح پیمانہ تھا۔ لال مسجد کی داستانِ خونچکاں کے نتیجے میں جو کرب آسا منظر ابھر کر سامنے آیا وہ بھی چہرے کے خدوخال اور اقتدار کی سلوٹوں کو بھانپ لینے کا ایک ذریعہ تھا۔ جاوید ہاشمی کی رہائی سے فضاؤں میں جو ارتعاش رونما ہوا وہ بھی خاصا چشم کشا تھا۔ ایمرجنسی کا لفظ معنویت کی قبا پہننے کو تھا مگر اندرونی و بیرونی دباؤ سد راہ بن گیا، چنانچہ بات بنائے نہ بنی۔ کیا دیدۂ بنیاد رکھنے والوں کے لئے اس میں کوئی سبق نہیں؟ کیا من کی دنیا سوئی پڑی ہے؟ کوئی بھی دھڑکن ایسی نہیں کہ ان پر حقیقت کو واشگاف کر دے۔

اس کے سوا اوروں کی سن کر خود کو رسوا نہ کرنا
دل کی دھڑکن کہہ دے گی کیا کرنا، کیا مت کرنا

روزنامہ ڈان کے تازہ ترین سروے میں کہا گیا ہے:

About 54.5 percent urbon Pakistanis believe that military should have no role in politics and 65.2 percent want Gen. Pervez Musharraf to quit the office of the President, reveal finding of survey. (Dawn August 14,07)

''گویا 54.5 فیصد اربن پاکستانی اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ سیاسیات میں ملٹری کا کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے اور 65.2 فیصد پاکستانی اس بات کے خواہاں ہیں کہ صدر مشرف کو صدارت کے منصب کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔ حالات کا اقتضاء صدر مشرف کو تعقل و تدبر سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے اگر وہ زمینی حقائق کا ادراک کرنے میں کوتاہ بینی سے کام لیں گے اور ساری صلاحیتیں اپنے اقتدار کو بچانے میں صرف کر دیں گے تو یہ ان کے لئے خسارے کا سودا ہوگا۔ اقتدار کی خواہش فطری سہی مگر اس کے لئے بھی حدود متعین ہوتی ہیں۔ انہیں پھلانگنے سے بات بنتی نہیں بگڑ جاتی ہے۔ منصب کی طلب اور حالات کی نامساعدت کے باوجود منصب سے چمٹے رہنے پر اصرار نااہلیت کی دلیل ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے دو آدمیوں کے ساتھ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک نے درخواست پیش کی کہ حضور ﷺ ہمیں حاکم بنا دیجئے۔ دوسرے ساتھی نے بھی یہی بات کہی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہم اس آدمی کو حاکم نہیں بناتے جو اس کا طالب ہو اور اس کی لالچ کرتا ہو (بخاری)۔ جو شخص حکومت حاصل کرنے کے لئے سعی و جہد سے کام لیتا ہے یا اقتدار کی مسند پر قابض ہونے کا خواہاں ہے وہ خدمت خلق کے جذبہ سے نہیں بلکہ اپنی ذاتی اغراض کے پیش نظر اس وادیٔ پرخار میں قدم رکھ رہا ہے۔ اسلام میں اقتدار پر فائز وہ شخص ہوتا ہے جو عہدہ و منصب کا نام سن کر کانپ اٹھتا ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلافت کی ذمہ داریوں کے بار گراں کا پورا احساس تھا۔ انہیں اگر اپنی نامزدگی کا علم ہوتا تو وہ اس وقت اپنا نام واپس لے لیتے لیکن جب بار پڑ چکا تو بھی انہوں نے اس سے سبکدوش ہونے کی کوشش کی اور لوگوں کو جمع کر کے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے، اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے، میں خود اس کو اتارے دیتا ہوں، تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔'' یہ خطبہ سن کر مجمع سے شور اٹھا: ''ہم نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں، آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے۔''

صدر مشرف انہی اسمبلیوں سے منتخب ہونے پر بضد ہیں جن کی مدت اختتام پذیر ہے۔ وہ آئین میں دیئے گئے الفاظ کو من چاہی تعبیر کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر بات کا ایک سیاسی اور اخلاقی جواز بھی ہوتا ہے۔ اخلاقی پہلو سے صرف نظر کر کے کوئی اقدام کرنا اپنے نتائج و ثمرات کے اعتبار سے خطرناک ہوتا ہے۔ 9 مارچ کے بعد کی صورت حال کافی مختلف ہے۔ پلوں کے نیچے سے خاصا پانی بہہ چکا ہے۔ وہ بی بی سے ڈیل کرنے کے لئے ابوظہبی جا پہنچے حالانکہ انہوں نے پورے آٹھ سال بے نظیر کو صلواتیں سنانے میں گزار دیئے۔ ان کا ضعف و اضمحلال دیدنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بے نظیر اور میاں نواز شریف کے وطن آنے سے عدم استحکام پیدا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے نواز شریف کو دوبارہ جلاوطن کر دیا، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے استحکام کا راز اس امر میں مضمر ہے کہ انہیں کہیں سے کوئی دھچکا نہ لگے اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے اقتدار کے عہد نو کا آغاز کر سکیں۔ وہ اپنے دامن کو کتنا ہی کیوں نہ سمیٹیں، اپنے تحفظ کی کیسی ہی منصوبہ بندی کیوں نہ کریں تغیر پذیر حالات ان کا ساتھ دینے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ یہاں کے عوام کی نفسیات بھی یہ ہے کہ وہ جب اکتا جاتی ہے تو وہ تبدیلی کے لئے کوشاں ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو بھی پلے باندھ لینا چاہیے کہ ''تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں، تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت کریں۔'' (مسلم) جب کسی حکمران کی ساکھ متاثر ہو جائے اور اعتماد کا بحران پیدا ہو جائے تو قوت و اقتدار پر قابض حکمرانوں کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ عزت و وقار کے ساتھ کنارہ کش ہو جائیں۔

اسرائیل اور ترکی کے باہمی تعلقات

اور رفاہ پارٹی

سید قاسم محمود

اُس وقت کے ترکی کے وزیر خارجہ حکمت سیٹن نے نومبر 1993ء کے دورۂ یروشلم کے دوران، واضح الفاظ میں اسرائیل سے دوستانہ تعلقات کی حمایت کی۔ اس حقیقت سے کون آنکھیں بند کر سکتا ہے کہ بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ غاصبانہ وظالمانہ ہے اور عالم اسلام اور دنیا کے بیشتر انصاف پسند ممالک نے بار ہا اس قبضے کی مذمت کی ہے۔ تاہم او آئی سی اور موتمر عالم اسلامی کا رُکن ہونے کے باوجود ترکی کے وزیر خارجہ نے نام نہاد ''چمنستانِ امن'' میں جا کر شجر کاری کی۔ اُن کی زبان اُس وقت بھی خاموش رہی جب اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز نے یہ بیان دیا:

''یروشلم کی حیثیت پر کسی نقد و تبصرہ کی دعوت دینا اسرائیل کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ ہمیں آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یروشلم ماضی میں اسرائیل کا دارالحکومت رہا ہے اور آج بھی ہے۔''

ترکی کے وزیرِ خارجہ نے بارہ دفعات پر مشتمل اسرائیل سے تہذیبی واقتصادی مفاہمت کے معاہدے پر دستخط کیے اور فتح کے نشے میں انقرہ واپس آئے۔ اس کے جواب میں جنوری 1994ء میں اسرائیل کے صدر وائز مین نے ترکی کا چار روزہ دورہ کیا۔ اسرائیل میں متعین ترکی سفیر نے اسے یہودیوں کے ساتھ تعلقات میں ایک نئے باب کا اضافہ قرار دیا۔ صدر وائز مین نے اپنے دورے کے تین مقاصد بتائے:

1۔ عرب اور مُسلم ممالک میں ترکی کی وساطت سے معاشی وسیاسی اور عسکری اثر ونفوذ حاصل کرنا
2۔ خطے کی تعمیر نو میں ترکی حکومت کا تعاون حاصل کرنا
3۔ ترکی سے پانی کی اسرائیلی ضروریات پوری کرنا

وائز مین نے جب شہر سانی رُفا کا دورہ کیا اور وہاں ''جنوب مشرقی اناطولیہ پروجیکٹ'' کا معائنہ کرنے پہنچے تو ترک عوام نے اُس کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا اور اپنے سخت غم و غصے کا اظہار کیا۔ اگرچہ وزیر مملکت نجم الدین سیوہیری نے صفائی پیش کی کہ صدر وائز مین کے دورے سے ہمارے پروجیکٹ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تاہم عوام نے ریڈیو اسٹیشنوں پر قبضہ کر کے اپنی برہمی کا اظہار کیا اور اعلان کیا کہ ہم انبیائے کرام علیہم السلام کے اِس شہر میں وائز مین کی آمد کے خلاف ہیں۔

دراصل وائز مین کی میزبانی کے پس پردہ ترکی حکومت چاہتی تھی کہ ''کردستان ورکرز پارٹی'' (پی کے کے) کی دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے اسرائیل سے کوئی دفاعی معاہدہ ہو جائے اور مشترکہ دشمن حافظ الاسد (صدر شام) کے خلاف، جو کرد دہشت گردوں کو پناہ دے رہا ہے، اسرائیل کی حمایت مل جائے۔ لیکن وائز مین نے بڑی عیاری سے ان مسائل کو نظرانداز کیا۔ اُس نے حافظ الاسد کو دشمن قرار دیتے ہوئے امن کے قیام میں اُس کے رویے کی مخالفت کی۔ اس کے باوجود اُس نے ترکی کو صدر حافظ الاسد سے کردستان کے

> **مغربی تہذیب حق و انصاف پر مبنی نہیں، بلکہ طاقت وقوت پر قائم ہے، اس لیے نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے مغربی دنیا باقی دنیا پر قابض ہونا چاہتی ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نابود کر دینا چاہتی ہے**

مسئلے پر گفت وشنید کا مشورہ دیا۔ اُس نے پی کے کے کو ایک دہشت گرد تنظیم ماننے سے انکار کر دیا، مگر بار بار اصرار کے بعد اُس نے حکومت کی دل جوئی کے لیے صرف اتنا کہا کہ جن لوگوں کو مسائل کے سامنے اپنی مجبوری اور مظلومیت کا احساس ہے، انہیں دہشت گردی کا سہارا لینے سے پہلے دوبارہ اپنے موقف پر غور کرنا چاہیے۔ آزاد کرد ریاست کے بارے میں اُس کا مبہم جواب یہ تھا: ''ہم مشرق وسطیٰ میں آزاد فلسطینی ریاست کی وجہ سے سخت مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ جاسوسی نظام اور کارکنوں کی تربیت کا انتظام کر سکتے ہیں۔ آپ کو دہشت گردوں کے خلاف جنگ خود لڑنا ہو گی۔ یہ کسی ملک کے لیے بہت مشکل ہے کہ وہ دوسرے ملک کی دہشت گردی کے خاتمے کے لیے وہاں جا کر جسمانی طور پر جنگ میں شریک ہو۔''

ترکی سیاست کا یہ زبردست المیہ تھا کہ وہاں کی حکمران جماعت اور حزب اختلاف، اسرائیل سے سفارتی اور دوستانہ تعلقات رکھنے کے حق میں تھیں۔ چنانچہ حزب اختلاف (اے این اے پی) کے رہنما مسعود یلماز نے بھی صدر وائز مین کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ البتہ رفاہ پارٹی کا موقف اس معاملے میں سخت تھا۔ پارٹی کے ڈپٹی چیئرمین صبغت کازان نے اپنے بیان میں کہا: ''اسرائیل دہشت گردی کی جائے پیدائش ہے، اور اس نے ترکی سرحدوں پر حرص وطمع کی نگاہ جما رکھی ہے۔''

اسرائیل اور ترکی کے باہمی تعلقات کے علاوہ کردستان کے مسئلے پر بھی رفاہ پارٹی کا موقف بالکل واضح ہے۔ 4 اکتوبر 1994ء کو امریکی کانگرس کے پچاس ارکین نے وزیر اعظم ترکی کو ایک خط میں لکھا کہ انہیں اس امر پر سخت تشویش واضطراب ہے کہ منتخب اراکین پارلیمنٹ کو قومی اسمبلی میں کُردوں کے مسئلے پر اظہار خیال کرنے کے جرم میں موت کی سزا دی جا رہی ہے۔ امریکی کانگرس کے ان ارکان نے ترکی حکومت کو وارننگ دی کہ اگر کردوں کو سیاسی عمل میں شریک نہ کیا گیا تو کردستان کا مسئلہ حل نہ ہو سکے گا اور دہشت گرد ہر طرح سے مستحکم ہو جائیں گے اور ہم جانتے ہیں کہ ترکی حکومت اس بات کو بھی پسند نہ کرے گی۔'' اسی طرح کے سرکاری خطوط جرمنی کے اراکین پارلیمنٹ کی جانب سے اور دوسرے یورپی ممالک کی طرف سے ترکی کے وزیر اعظم کو موصول ہوئے۔

یورپی یونین کے یہ ممالک کردستان کی علیحدگی پسند تحریک کو ہوا دے رہے ہیں اور آزاد کرد جمہوریہ کے قیام کے لیے ترکی حکومت کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ اکتوبر 1994ء میں یورپی پارلیمنٹ نے ترکی میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر اپنی رپورٹ شائع کی اور ترکی دستور میں مناسب ترامیم کرنے پر زور دیا تاکہ جمہوریت کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ اس رپورٹ میں ترکی میں اسلام پسند جماعت (رفاہ پارٹی) کو جمہوریت کے لیے خطرہ قرار دیا۔

ترکی کا ترمیم یافتہ، موجودہ دستور جنرل کنعان ایورن کی فوجی حکومت کا تحفہ ہے، جسے مغرب کی اشیرباد حاصل تھی۔ ترکی عوام دستور کی بعض غیر جمہوری دفعات کی تبدیلی کے حق میں پہلے سے تھے، لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عوام کا مقصد اور یورپی یونین کا مقصد ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متصادم ہیں۔ اگر ترک عوام آئین میں ترمیم وتنسیخ اور حذف و اضافہ اپنا بنیادی حق تصور کرتے ہیں تو یورپی یونین کی اسمبلی بھی اسے اپنا حق سمجھتی ہے کہ ترکی جمہوریت کا وہ ماڈل تیار ہو جو اُس کی مرضی ومنشا کے مطابق ہو۔ چنانچہ یورپی یونین کی اسمبلی کے صدر نے ترکی کو دھمکی دی کہ اگر مجوزہ دفعات میں ترمیم نہ کی گئی تو یورپی یونین ترکی کی رُکنیت کا جائزہ لے گی اور

یورپ کی وحدت کے دائرے میں رہ کر، اس کے مفادات کے مدنظر اقدام کرے گی۔

اُس وقت کردستان کے مسئلے پر پروفیسر نجم الدین اربکان اور اُن کی رفاہ پارٹی نے صاف اور دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف بیان کیا، پارٹی کے وائس چیئرمین عبداللہ گل نے کہا: ''رفاہ پارٹی کردوں کے اِس حق کی حمایت کرتی ہے کہ وہ تہذیبی روایات اور ثقافت کا تحفظ کریں، اور اپنی کُرد زبان کا بھی تحفظ کریں جیسا کہ سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں تھا۔ اُس وقت یہ کوئی مسئلہ نہ تھا، کیونکہ یہ ایک فطری انسانی حق سمجھا جاتا تھا۔ تاہم یہ ایک داخلی مسئلہ ہے جو اسلام کی روشنی میں برادرانہ جذبات کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے۔ اسے نسل پرستی کے ذہن کے ساتھ حل نہیں کیا جاسکتا۔''

داخلی اور خارجی پالیسی پر رفاہ پارٹی کے صریح اسلامی موقف اور مخلصانہ رویے کے علاوہ پارٹی کے زیر انتظام چلنے والی بلدیات کی بہتر کارکردگی اور روزمرہ استعمال ہونے والی اشیاء کی ارزاں قیمتوں میں فراہمی نے بھی اس کی عوامی مقبولیت میں اضافہ کیا ہے۔ مادی سیکولرازم کے پروردہ سیاست دانوں کی اخلاقی کمزوریوں، تہذیبی بحران اور ملکی سیاست کے بارے میں اُن کی افادی روش نے عوام کو اُن سے دُور کردیا ہے اور کرپشن اور بدکرداری کے خلاف اُن کی نفرت میں اضافہ ہُوا ہے۔ دیار بکر بلدیہ کی روزانہ آمدنی پہلے تین ملین ترکی لیرا ہُوا کرتی تھی، لیکن رفاہ پارٹی کے میئر بلدیہ نے اِس شہر کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیا تو اپنی کارگردگی اور امانت کی بدولت دو ماہ کے مختصر عرصے میں اِس آمدنی کو پچاس ملین ترکی لیرا تک پہنچا دیا۔ بلدیہ قونیہ میں اِس جماعت کے میئر نے اخراجات میں تخفیف کی خاطر ٹیکسی اور عوامی ذرائع نقل و حمل کے استعمال کا سرکاری انتظام کیا اور پرائیوٹ کاروں اور پُرتکلف گاڑیوں سے اجتناب کیا، جس کی وجہ سے ایک بڑی رقم کی بچت ہوئی، جواب تک ناقابلِ تصور تھی۔ بلدیہ انقرہ میں رفاہ پارٹی نے انتظام سنبھالتے ہی پانی کی قیمتوں میں پچاس فی صد کی تخفیف کردی اور وہاں زمین دوز میٹرو سسٹم کی تعمیر کا منصوبہ بنایا۔ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے سابق میئر بلدیہ نے، جو بعد میں ڈپٹی وزیر اعظم بنے، ریل کاریں درآمد کی تھیں اور ہر ریل کار کی قیمت ساٹھ بلین ترکی لیرا تھی۔ رفاہ پارٹی میئر بلدیہ نے اپنے عہدے کا چارج لیا تو درآمد کا یہ سلسلہ روک دیا اور ترکی ہی میں ان گاڑیوں کی صنعت سازی شروع کی۔ چنانچہ پانچ بلین ترکی لیرا ہی میں انہوں نے یہ ریل کاریں تیار کرالیں۔

صبغت کازان نے اپنے بیان میں کہا: ''اسرائیل دہشت گردی کی جائے پیدائش ہے، اور اس نے ترکی سرحدوں پر حرص وطمع کی نگاہ جما رکھی ہے''

اسلام پسند رفاہ پارٹی کے کارکنوں نے مارچ 1994ء کے بلدیاتی انتخابات کے بعد مختلف شہروں کے انتظامات سنبھالے تو اُن پر قرضوں کا زبردست بار تھا، کیونکہ سیاست دانوں کی بدکرداری اور فضول خرچی نے معیشت کو تباہ و برباد کردیا تھا۔ مثال کے طور پر ارض روم پر ایک کھرب لیرے کا قرض تھا۔ استنبول 53 کھرب لیروں کا مقروض تھا اور انقرہ پر 120 کھرب لیرے کا بوجھ تھا۔ رفاہ پارٹی نے اس صورتِ حال کا سخت نوٹس لیا۔ انتظام و انصرام کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں لیا۔ اسراف اور فضول خرچی کو سختی سے روکا۔ رشوت ستانی اور کرپشن پر قدغن لگائی۔ عوامی فنڈ کا غلط استعمال روکا۔ آمدنیوں میں اضافہ کیا اور ملکی صنعتوں کو فروغ دے کر ایک طرف روزگار کے مواقع فراہم کیے اور دوسری طرف ملک کو خود کفالت اور خود انحصاری کی راہ دکھائی۔

انتخابات سے قبل رفاہ پارٹی کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا تھا کہ وہ حجاب کی پابندی نہ کرنے والی خواتین کے سر قلم کردے گی۔ ثابت ہُوا کہ یہ مخالفین کا محض پروپیگنڈا تھا۔ چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، رشوت ستانی اور ناجائز نفع اندوزی کا سر رفاہ پارٹی نے اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ضرور قلم کردیا۔

1994ء میں ترکی کے بلدیاتی انتخابات میں کامیابی اور اس کے بعد بے لوث خدمات اور اصلاحات کے یہی وہ حالات تھے جب کویت کے معروف و مقبول عربی ہفت روزہ جریدے ''المجتمع'' کے نامہ نگار احمد منصور نے پروفیسر نجم الدین اربکان، قائد رفاہ پارٹی سے ایک طویل انٹرویو لیا۔ اس انٹرویو کا ایک اقتباس احیائے اسلام کے نقطۂ نظر سے قابلِ ذکر ہے:

''سوویت یونین کے سقوط اور اشتراکیت کے زوال کے بعد مغربی دنیا نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ دیا اور نئے منصوبوں اور نئی تجاویز کے ساتھ ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کی دعوت دی۔ چونکہ مغربی تہذیب حق و انصاف پر مبنی نہیں، بلکہ طاقت وقوت پر قائم ہے، اس لیے نئے نظام کے ذریعے مغربی دنیا باقی دنیا پر قابض ہونا چاہتی ہے اور اپنی طاقت وقوت کے بل پر اس کی صلاحیتوں کا استحصال کرنے کی آرزومند ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ تنہا اسلام ہی وہ نظریۂ حیات ہے جو ہر حق دار کو اُس کا حق دلاتا، ظلم واستبداد کا خاتمہ کرتا اور انہیں انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ واحد کی بندگی میں داخل کرتا ہے۔ ہم ایک حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ اسلام ایک آفاقی مذہب اور دینِ حنیف ہونے کی وجہ سے صرف مسلمانوں کی خوشحالی و کامرانی کو اپنا مقصد قرار نہیں دیتا، بلکہ اس کے پیشِ نظر پوری انسانیت کی فلاح و بہبود ہے، اسی لیے ہم انسانیت کی سعادت و خوشحالی کے لیے متحرک ہیں اور پوری دنیا کی بہبود کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔ ہمارے پاس جو اسلامی دستور (قرآن) اور اسوۂ رسول ﷺ ہے، وہ خالق کی تعظیم و مخلوق پر شفقت و محبت کی تلقین کرتے ہیں، مگر مغرب میں انتہا پسند صیہونیوں اور عیسائیوں کے ایسے مراکز موجود ہیں جو تمام وسائل اور ذرائع کو اختیار کرکے اسلام کے خلاف شعلہ زنی اور مسلمانوں کے خلاف الزام تراشی میں مصروف ہیں۔ غالبًا بیت المقدس ان کی حرص و طمع اور مفاد و منفعت کو دورِ قدیم ہی سے ظاہر کرتا رہا ہے، جہاں یہ ہمیشہ قتل و خون ریزی کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ یہ اُن کی تاریخ کو نمایاں کرنے والی بہترین مثال ہے۔ بوسنیا اور ہرسک، کشمیر اور فلسطین اور آذربائیجان وغیرہ، دنیا کے مختلف حصوں میں اُن کے جرائم اُن کی اِس ذہنیت پر شاہد ہیں۔ نیٹو کی حلیف طاقتیں پہلے اپنی فوجی چالوں میں دشمن ''سوویت یونین'' کی طرف اشارہ کرنے کے لیے سُرخ پرچم کا نشان استعمال کرتی تھیں، مگر اب نئے دشمن (اسلام) کی علامت اُن کے نزدیک سبز پرچم بن چکی ہے۔''

پروفیسر نجم الدین اربکان نے اپنے انٹرویو میں مزید فرمایا: ''مغرب کی اِن ظالمانہ کارروائیوں اور دینِ اسلام اور دنیائے اسلام کے خلاف اُن کی دشمنیوں اور سازشوں کے عوامل ایسے ہیں، جنہوں نے اسلامی بیداری کی تخم ریزی میں اور اس کی افزائش وارتقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے، اور اس کی بہترین مثال ترکی میں اسلامی احیاء و تجدید کی تحریک ہے۔ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ ترکی 1946ء سے متعدد سیاسی جماعتوں کی رزم گاہ رہا ہے، جس میں اگر کوئی انقطاع ہُوا ہے تو فوجی انقلاب کی وجہ سے۔ مغرب نواز حکومتیں تقریبًا پچاس برسوں سے تشکیل پاتی رہی ہیں، لیکن ترکی میں اور بعض مسلم ملکوں میں پچھلے جو واقعات رونما ہوئے ہیں، اُن سے مغرب کی ناجائز مفاد پرستی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ ترکی قوم نیند سے بیدار ہوئی اور آج ترکی میں کسی بڑی تبدیلی کی آس لگائے بیٹھی ہے۔ جس طرح سوویت یونین کے سقوط سے ایک بڑا انقلاب رونما ہُوا اور ظلم و استبداد کی طویل رات رخصت ہوئی، آج ترکی قوم کو یہ احساس ہوگیا ہے کہ تقلیدِ مغرب پر اُستوار ترکی نظام رُو بہ زوال ہے اور یہ حقیقت پچھلے تین انتخابات کے نتائج سے ظاہر ہے۔''

پروفیسر اربکان نے جن پچھلے تین انتخابات کا حوالہ دیا ہے، اُن میں بتدریج اسلام پسند اُمیدوار انتخابات میں زیادہ کامیابیاں حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان انتخابات کا سرسری حوالہ دینا ضروری ہے، اس کے لیے آئندہ شمارے کا انتظار فرمائیے!

اینڈ آف ڈے

جاوید چودھری

آپ دو بھائیوں کی مثال لے لیں، پہلا بھائی بے انتہائی لالچی، موقع پسند، مفاد پرست اور کرپٹ تھا جبکہ دوسرا بھائی ایماندار، دین دار، مثبت سوچ کا حامل اور قناعت پسند تھا۔ دونوں بھائی عملی زندگی میں داخل ہوئے تو پہلے بھائی نے میڈیکل سٹور کھول لیا جبکہ دوسرا بھائی سکول ٹیچر بن گیا، پہلے بھائی نے چند ہی ماہ میں میڈیکل سٹور کو ٹکسال بنا لیا۔ وہ دوائیں سٹاک کرتا۔ جب مریض دواء کی تلاش میں ایڑھیاں رگڑنے لگتے تو وہ دوگنی اور تین گنی قیمت میں دوائیں بیچتا۔ وہ نقلی اور جعلی دوائیں بھی بناتا تھا، ایکسپائرڈ دوائیں بھی فروخت کرتا تھا اور وہ نشے کے ٹیکے بھی بیچتا تھا۔ اس نے دو تین سال میں شہر میں نصف درجن کے قریب میڈیکل سٹور بنا لئے۔ اس نے ڈاکٹروں کو قرضے دے کر شہر میں نئے کلینکس اور ہسپتال بھی بنوائے اور وہ ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے لگا۔

دوسرا بھائی اس سے یکسر مختلف تھا۔ وہ سکول میں سوا تین ہزار روپے کا ملازم تھا۔ وہ پوری ایمانداری سے بچوں کو پڑھاتا تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی سکول سے چھٹی نہیں کی، اس کے والد کا انتقال ہوا تو وہ والد کی تدفین کے بعد سیدھا سکول پہنچا اور اُس دن بھی اس نے کلاس لی۔ وہ سکول کا وقت ختم ہونے کے بعد بھی سکول میں رک جاتا تھا اور وظیفے کے امتحان دینے والے بچوں کو مفت ٹیوشن پڑھاتا تھا۔ وہ سکول کے نالائق بچوں کو جمع کرتا اور شام کو انہیں گھر لے آتا تھا۔ اپنے گھر انہیں کھانا کھلاتا تھا اور رات گئے تک انہیں پڑھاتا تھا۔ اپنے بچوں کے ساتھ بھی اس کا رویہ بڑا شاندار تھا۔ وہ اپنے بچوں کو خود سکول چھوڑتا تھا۔ انہیں سکول سے لے کر اپنے سکول آتا تھا اور اس کے بعد انہیں ہوم ورک کراتا تھا۔ چنانچہ اس کے بچے اور شاگرد اعتماد کی دولت سے مالا مال تھے۔ دوسرے بھائی نے اپنے حلقے میں شامل ہونے والے ہر بچے کو قناعت اور وسعت قلبی کی دولت سے نواز دیا۔ وہ لوگوں کو نماز اور روزے کی عادت بھی ڈال دیتا تھا، اس نے اپنے شاگردوں اور بچوں کو مطالعے اور غور و فکر کی عادت بھی دے دی تھی اور وہ لوگوں کو آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی دیتا تھا۔ چنانچہ اس کے شاگرد اور بچے آگے سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس کے تمام بچوں نے وظیفے حاصل کئے اور اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر پاکستان کے بڑے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے چلے گئے۔ اس کے ایک بیٹے نے ایف ایس سی میں لاہور بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اور سرکاری وظیفے پر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخل ہوا اور وہاں بھی تمام کلاسوں میں پہلی پوزیشن حاصل کی، میڈیکل کالج سے فارغ ہونے کے بعد وہ

دنیا میں زندگی گزارنے کے دو راستے ہوتے ہیں، برائی کا راستہ اور اچھائی کا راستہ۔ برائی کا راستہ خوبصورت بھی ہوتا ہے اور شارٹ کٹ بھی۔ انسان اس راستے پر چل کر بہت جلد دولت، اختیار اور آسودگی پا لیتا ہے لیکن سفر کے درمیان یا آخر میں یہی آسودگی، یہی اختیار اور یہی دولت اس کی سب سے بڑی ناکامی بن جاتی ہے

سکالرشپ پر امریکہ گیا۔ وہاں سے اس نے لیزر میں سپیشلائزیشن کی اور کراچی میں آ کر لیزر سرجری کا کلینک بنا لیا۔ وہ آج کل کراچی میں سب سے زیادہ ٹیکس دینے والا ڈاکٹر ہے۔ دوسرے بیٹے نے سی ایس ایس کیا۔ فارن سروس جوائن کی اور وہ آج کل یورپ کے ایک ملک میں قونصلر ہے۔ تیسرا بیٹا ایم اے کرنے کے بعد سیاست میں آیا اور آج کل پارلیمنٹ کا ممبر ہے جبکہ ماسٹر صاحب کے شاگرد پورے ملک میں بکھرے ہوئے ہیں اور تمام بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں یا پھر کامیاب بزنس مین ہیں۔ ماسٹر صاحب پاکستان کے جس شہر میں جاتے ہیں درجنوں بااثر لوگ ننگے پاؤں ان کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

یہ دوسرے بھائی کی کہانی تھی۔ اب پہلے بھائی کی طرف واپس آتے ہیں۔ پہلے بھائی نے کروڑوں روپے کمائے۔ وہ پوری زندگی، اپنے سکول ٹیچر بھائی کی غربت اور بے وقوفی پر ہنستا رہا۔ اس کا خیال تھا اس کا بھائی زمینی حقائق سے ناواقف ہے۔ چنانچہ وہ اپنا وقت اور توانائی ضائع کر رہا ہے۔ وہ بھائی کو ہمیشہ پرائیویٹ سکول کھولنے یا اپنے ساتھ میڈیکل سٹور بنانے کا مشورہ دیتا تھا لیکن دوسرے بھائی نے ہمیشہ ہنس کر ٹال دیا۔ وہ اپنی غربت اور فقر و فاقے میں خوش تھا۔ پہلا بھائی اس پر ہنستا رہا اور اپنی دولت میں اضافہ کرتا رہا لیکن پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا، چالیس سال کی عمر میں پہلے بھائی کو ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ وہ اس اٹیک سے بچ گیا لیکن اس کی صحت نہ سنبھل سکی۔ اس نے بائی پاس کرایا۔ آپریشن ٹھیک نہ ہوا اور اس کے پھیپھڑوں میں پانی پڑ گیا۔ اس نے پھیپھڑوں کا علاج کرایا تو گردے جواب دے گئے۔ اس نے گردہ خرید لیا تو اس کا لبلبہ جواب دے گیا۔ اس نے انسولین لینا شروع کی تو اس کے گلے میں کینسر نکل آیا۔ اس نے کینسر کا آپریشن کرایا تو اس کے گھٹنے جواب دے گئے اور اس نے گھٹنے تبدیل کرائے تو اس کے دماغ میں رسولی نکل آئی۔ غرض وہ ایک مسئلے سے نکلتا تو دوسرے میں داخل ہو جاتا یہاں تک کہ وہ بستر سے لگ گیا اور بیس برس کی لگاتار بیماری کے بعد دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس نے زندگی میں اپنے بچوں کو کبھی گرم ہوا نہیں لگنے دی تھی۔ بچے پیسے کی فراوانی کی وجہ سے زیادہ پڑھ بھی نہیں سکے۔ چنانچہ باپ کے انتقال کے بعد ان کے ہاتھ میں اثاثے آئے تو وہ آپس میں لڑ پڑے۔ کاروبار اور بینک بیلنس کا بٹوارہ ہوا۔ بچوں نے باپ کی زمین جائیداد بیچی اور لاہور اور اسلام آباد شفٹ ہو گئے۔ وہاں انہوں نے غلط موقع پر غلط انویسٹمنٹ کی اور سارا پیسہ برباد کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے۔ آج کل پہلے بھائی کا ایک بیٹا لاہور کی ایک کچی آبادی میں کریانے کی چھوٹی سی دکان کرتا ہے۔ دوسرا بیٹا اسلام آباد کے ایک پراپرٹی ڈیلر کے پاس ملازم ہے اور تیسرا بیٹا نشے میں دھت ہو کر سڑکوں پر پڑا رہتا ہے جبکہ اس کی بیوہ اپنی بیٹی کے ٹکڑوں پر پل رہی ہے۔ پہلے بھائی کی ساری سلطنت ''اینڈ آف دی ڈے'' برباد ہو گئی۔

ہم اب دونوں بھائیوں کی کہانی کے نتیجے کی طرف آتے ہیں۔ دنیا میں زندگی گزارنے کے دو راستے ہوتے ہیں، برائی کا راستہ اور اچھائی کا راستہ۔ برائی کا راستہ خوبصورت بھی ہوتا ہے اور شارٹ کٹ بھی۔ انسان اس راستے پر چل کر بہت جلد دولت، اختیار اور آسودگی پا لیتا ہے لیکن سفر کے درمیان یا آخر میں یہی آسودگی، یہی اختیار اور یہی دولت اس کی سب سے بڑی ناکامی (باقی صفحہ 10 پر)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب کے زیر اہتمام مبتدی تربیت گاہ کا انعقاد

12 تا18 اگست کو طے شدہ شیڈول کے مطابق ہفت روزہ تربیت گاہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوئی۔ جس میں حلقہ وسطی پنجاب اور حلقہ بہاولنگر کے 25 رفقاء نے شرکت کی۔ تربیت گاہ کے انتظامات کے لئے مرکزی ناظم تربیت جناب شاہد اسلم 12 اگست کی صبح لاہور سے تشریف لائے۔ شرکائے تربیت گاہ کے استقبال کے لئے امیر حلقہ وسطی پنجاب جناب انجینئر مختار حسین فاروقی اور ان کا عملہ قرآن اکیڈمی میں موجود تھا۔ نماز عصر کے بعد جناب شاہد اسلم نے شرکاء کو خوش آمدید کہا۔ پھر شرکاء کا تعارف شروع ہوا۔ مغرب تا عشاء بانی تنظیم اسلامی پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے خطاب کی ویڈیو ''اسلام کا انقلابی منشور'' (نمبر 1) دکھائی گئی۔

13 اگست کو شرکاء کو صبح 3 بجے تہجد کے لئے اٹھایا گیا۔ بعد ازاں مسنون دعائیں اور اذکار یاد کرائے گئے۔ نماز فجر کے بعد مختصر درس قرآن ہوا۔ پھر شرکاء کو آرام اور ناشتہ کا وقفہ دیا گیا۔ سوا آٹھ بجے جناب شاہد اسلم نے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف پر مفصل لیکچر دیا۔ ساڑھے نو بجے ''الہدیٰ'' کے موضوع پر جناب ڈاکٹر عبدالسمیع کا لیکچر ہوا۔ ساڑھے دس تا گیارہ بجے وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع کے دو لیکچرز ''رب ہمارا'' اور ایمان بالآخرت'' کے موضوع پر ہوئے۔ نماز ظہر، کھانے اور آرام کے وقفہ کے بعد سوا پانچ بجے شرکاء کو چائے دی گئی اور پھر نماز عصر کی ادائیگی کے بعد اُن کا تفصیلی تعارف ہوا۔ مغرب تا عشاء اسلام کا انقلابی منشور (نمبر 2) کی ویڈیو چلائی گئی۔

13 اگست کو حسب معمول شرکاء کو تین بجے جگایا گیا اور سابقہ دن کے معمولات دہرائے گئے۔ سوا آٹھ بجے امیر حلقہ وسطی پنجاب جناب انجینئر مختار حسین فاروقی نے تزکیہ نفس پر ایک مفصل لیکچر دیا۔ ساڑھے نو بجے ڈاکٹر عبدالسمیع نے ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت پر گفتگو کی۔ جس کے بعد حسب معمول وقفہ ہوا۔ گیارہ بجے ڈاکٹر صاحب نے اسلام اور سیکولرازم پر لیکچر دیا اور شرکاء کے سوالوں کے جواب دیئے۔ نماز ظہر، کھانے اور آرام کے وقفے کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ بعد ازاں شرکاء کے تفصیلی تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد از نماز مغرب اسلام کا انقلابی منشور (نمبر 3) کی ویڈیو دکھائی گئی۔

15 اگست صبح کے معمولات حسب دستور رہے۔ سوا آٹھ جناب انجینئر مختار حسین فاروقی نے ''علم کی فضیلت: قرآن حکیم کی روشنی میں'' پر فکر افروز گفتگو کی۔ ساڑھے نو بجے امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن بریگیڈیئر غلام مرتضیٰ نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر کی مدد سے عبادات کے موضوع پر لیکچر دیا۔ ساڑھے دس بجے حسب معمول وقفہ ہوا۔ گیارہ بجے ڈاکٹر عبدالسمیع کے دو لیکچر شہادت اور اقامت دین پر ہوئے۔ نماز ظہر حسب معمول سوا ایک بجے ہوئی۔ بعد از نماز عصر شرکاء کا تفصیلی تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد از نماز مغرب بانی تنظیم اسلامی کے خطاب اسلام کا انقلابی منشور (نمبر 4) کی ویڈیو دکھائی گئی۔

16 اگست کو نماز تہجد کے بعد حسب معمول مسنون دعائیں، تلاوت اور درس قرآن ہوا۔ سوا آٹھ بجے تک محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے خطاب جہاد فی سبیل اللہ کی ویڈیو دکھائی گئی۔ وقفہ کے بعد ایک بجے تک جناب شاہد اسلم نے فکر تنظیم مذاکرہ کی صورت میں شرکاء کو ذہن نشین کرائی۔ نماز ظہر کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ بعد از نماز عصر شرکاء کے تفصیلی تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد از نماز مغرب شرکاء کو اسلام کا انقلابی منشور (نمبر 5) کی ویڈیو دکھائی گئی۔

17 اگست صبح کے معمولات کے بعد سوا آٹھ بجے ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان جناب اظہر بختیار خلجی نے مطالعہ دستور نظام العمل پر لیکچر دیا، پھر شرکاء کو نماز جمعہ کی تیاری کا وقفہ دیا گیا۔ نماز جمعہ جامع القرآن قرآن اکیڈمی میں سوا ایک بجے ادا کی گئی۔ بعد از نماز عصر شرکاء سے سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ نماز مغرب کے بعد اسلام کا انقلابی منشور (نمبر 6) کی ویڈیو دکھائی گئی۔

آخری روز 18 اگست صبح کے معمولات کے بعد سوا آٹھ بجے مرکزی ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر نے ''رسومات'' پر لیکچر دیا۔ ساڑھے نو بجے امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم جناب حافظ عاکف سعید نے شرکاء سے تعارف حاصل کیا اور قرارداد تاسیس پر گفتگو فرمائی۔ ساڑھے دس بجے حسب معمول وقفہ ہوا۔ گیارہ بجے امیر محترم کا لیکچر قرارداد تاسیس پر ہوا۔ بارہ بجے جناب رحمت اللہ بٹر کا آخری لیکچر ''عبادت'' پر ہوا۔ اور اسی پر یہ تربیت گاہ اختتام کو پہنچی۔ نماز ظہر اور کھانے کے بعد شرکاء رخصت ہوئے۔ دوران تربیت گاہ بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ پریشانی تو ہوئی لیکن شرکاء نے بڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔ امیر حلقہ پنجاب وسطی جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب کے انتظامات قابل تعریف رہے۔

(رپورٹ: رانا صبغت اللہ)

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کی سرگرمیاں

(i) ماہانہ شب بیداری مروٹ

29 جولائی تنظیم اسلامی بہاولنگر کے زیر اہتمام مروٹ میں شب بیداری پروگرام ہوا۔ یہ پروگرام نماز عصر کے بعد شروع ہوا۔ امیر حلقہ محمد منیر احمد نے درس قرآن دیا۔ اس کے بعد چند منٹ کا وقفہ ہوا۔ نماز مغرب کے بعد درس حدیث ہوا، جس میں رفقاء کے علاوہ احباب کی بھی کثیر تعداد موجود تھی۔

کھانے اور نماز عشاء کے وقفہ کے بعد تربیتی نشست ہوئی۔ امیر حلقہ نے سورہ ق کے پہلے رکوع کا ترجمہ سکھایا۔ اس کے بعد ایک حدیث کا ترجمہ بھی سکھایا گیا۔ تقریباً سوا گیارہ بجے آرام کا وقفہ ہوا۔ اگلی صبح تہجد کے لئے رفقاء کو جگایا گیا۔ نماز فجر کے بعد رفیق تنظیم مروٹ مقصود واحد نے توبہ کی اہمیت پر گفتگو کی۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(ii) ماہانہ اجتماع ہارون آباد

تنظیم اسلامی ہارون آباد کا ماہانہ اجتماع 5 اگست 2005ء کو تنظیم اسلامی کے مرکز واقع حشمت کالونی میں منعقد ہوا۔ یہ پروگرام ہر مہینے کے پہلے اتوار کو ہوتا ہے۔ پروگرام کے لئے نو بجے کا وقت دیا گیا تھا۔ رفقاء مقررہ وقت پر پہنچ گئے۔ سوا نو بجے تلاوت قرآن حکیم سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت کی سعادت نوجوان رفیق محمد علی نے حاصل کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے سورۃ الحج کی آخری دو آیات کی روشنی میں درس دیا۔ درس کا دورانیہ تقریباً 1 گھنٹہ تھا۔ اس کے بعد 10 منٹ کا وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد درس حدیث ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے جناب محمد رضوان عزمی نے نماز کی اہمیت کو قرآنی آیات و احادیث کی روشنی میں رفقاء کے سامنے واضح کیا۔ سوا بارہ بجے نقیب اعلیٰ جناب آصف لطیف نے نظم جماعت کے حوالے سے تذکیری تحریر پڑھ کر سنائی۔ تنظیمی سرگرمیوں کے بارے میں امیر حلقہ کے اعلانات پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی سوسائٹی کراچی کے زیر اہتمام دعوتی کیمپ

یوم آزادی 14 اگست کے موقع پر تنظیم اسلامی سوسائٹی کراچی نے شام 4 بجے سے عشاء تک دعوتی کیمپ لگایا، جس میں دس ملتزم اور آٹھ مبتدی رفقاء نے شرکت کی۔ ڈاکٹر محمد الیاس نے دعوت دین کی اہمیت وطریقہ کار پر گفتگو کیا۔ قبل ازیں امیر تنظیم اسلامی

سوسائٹی ثاقب رفیع شیخ نے رفقاء کو پانچ گروپس میں تقسیم کیا اور ہر گروپ میں ایک امیر، ایک رہبر اور ایک منتظم رکھا گیا۔ ان گروپس نے گھر گھر جا کر لوگوں کو مغرب کے بعد ہونے والے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی اور بازاروں اور مساجد کے باہر عصر اور مغرب کی نماز کے بعد کارنر میٹنگز کیں، جن میں اچھی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ مغرب کی نماز کے بعد عبدالرزاق کوڈوادی نے سوسائٹی موٹرز شوروم کے مقام پر ''اسلام، پاکستان اور قائد اعظم'' کے حوالے سے فکر انگیز گفتگو کی۔ اس پروگرام میں تیس احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام تربیتی و دعوتی اجتماع

14 اگست 2007ء کو تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام رفقاء کے لئے ایک تربیتی و دعوتی اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں 26 رفقاء اور 13 احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز محترم عبدالعظیم بھائی کی گفتگو سے ہوا۔ انہوں نے رفقاء کو ''نئے قرآن مرکز'' میں خوش آمدید کہا اور نئے ناظم دفتر اور شوریٰ کے اراکین کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد موجودہ ملکی و عالمی حالات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ عالم اسلام میں خطرناک امریکی ایجنڈے پر منظم انداز میں عمل کیا جا رہا ہے اور دنیا بھر میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص برائی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں میراتھن ریس، ٹی وی، کیبل اور بل بورڈز کا استعمال ہو رہا ہے۔ قرآن و سنت سے متصادم حقوق نسواں بل کے مضر اثرات سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ رفقائے تنظیم کو چاہیے کہ منکرات کو روکنے کے لیے اپنے اردگرد اور اپنے حلقہ اثر میں منظم ہو کر کام کریں۔ مزید یہ کہ نظم کے ساتھ اپنا تعلق اور نقیب سے رابطہ مضبوط رکھیں۔

ناظم تربیت عطاء الرحمٰن عارف نے تزکیہ نفس کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ مصطفیٰ عمر بھائی نے والدین اور اہل خانہ کو دعوت کے حقوق کی اہمیت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ اپنے اہل خانہ کو دین کی دعوت دیں۔ اُن سے عفو و درگزر کا معاملہ کریں انہوں نے کہا کہ عفو و درگزر نہ صرف بندۂ مومن کے بنیادی اخلاق کا حصہ ہے، بلکہ داعی کا ایک لازمی وصف ہے، لہٰذا گھر کے معاملات میں احتیاط برتیں، اولاد سے، شفقت اور دعا کا معاملہ اختیار کریں، محلہ داروں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں، تب ہی دعوت کے تقاضے پورے ہوں گے۔ بعد ازاں رفقاء کو تین گروپس میں تقسیم کیا گیا، جنہوں نے دعوت کے لئے گشت کیا اور آخر میں مساجد میں دعوتی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

(مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

تنظیم اسلامی بہاولپور کا ماہانہ اجتماع و شب بیداری

16 اگست بروز اتوار مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی بہاولپور میں ماہانہ اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے کیا گیا، جس کی سعادت جناب میجر (ر) محمد انور نے حاصل کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ منیر احمد نے بندگی کے تقاضوں پر گفتگو کی۔ جناب ذوالفقار علی نے حضور ﷺ کی ایک حدیث کے ذریعے تذکیر کروائی۔ امیر حلقہ کی اختتامی گفتگو اور دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اسی روز بہاولپور سے مروٹ روانگی ہوئی، جہاں شب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔ یہ پروگرام گول مسجد مروٹ میں ہوا۔ پروگرام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نماز عصر کے بعد نبی اکرم ﷺ کے فرمان ''کن فی الدنیا کانک غریب او عابر السبیل'' کی روشنی میں چند منٹ گفتگو ہوئی۔ پھر دعوتی گشت کے لیے دو ٹیمیں روانہ کی گئیں۔ جنہوں نے مغرب کی نماز تک اہل علاقہ کو درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی۔ نماز مغرب کے بعد جناب منیر احمد نے درس قرآن دیا۔ بعد ازاں کھانے اور نماز عشاء کا وقفہ ہوا۔ نماز عشاء کے بعد رفقاء کو دو گروپوں میں تقسیم کر کے چند آیات کا ترجمہ اور ایک حدیث یاد کرائی گئی۔ آخر میں سورۃ التین سنی گئی۔ اس کے ساتھ ہی رفقاء کو سونے کے لیے وقفہ دیا گیا۔ صبح نماز فجر کے بعد ''زبان کی حفاظت'' کے موضوع پر منتخب قرآنی آیات و احادیث پڑھ کر سنائی گئیں۔ دعا پر یہ پروگرام مکمل ہوا۔

(مرتب: رفیق تنظیم اسلامی)

بقیہ اداریہ

قیام پاکستان کے وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس مملکت خداداد میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے مکینوں کو اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر سفاکی اور بربریت کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے گولیوں سے بھون ڈالا جائے گا۔ جہاد سے متعلقہ قرآنی آیات درسی نصاب سے کھرچ ڈالی جائیں گی۔ مساجد سے اُٹھنے والی آواز وعظ و نصیحت کی ہو یا تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت اُسے مسجد سے باہر لاؤڈ سپیکر پر سنا نہیں جا سکے گا جبکہ فحش گانوں کی کان پھاڑ دینے والی ریکارڈنگ پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ اسلامی شعائر خصوصاً داڑھی اور پردہ کی سرکاری سرپرستی میں تضحیک کی جائے گی۔ ہماری بدنصیبی کی انتہا یہ ہے کہ اس سب کچھ کے باوجود ہمارے سیاست کاروں بشمول مذہبی رہنماؤں کے سب کی جدوجہد کا ہدف صرف اور صرف اقتدار ہے۔ اللہ ہم پر رحم کرے، ہمارے رہنماؤں کا حال یہ ہے کہ ایک شخص اپنا حلف توڑتا ہے، آئین کو پاؤں تلے روندتا ہے، ٹیلی ویژن پر قوم کو وردی اتارنے کی تاریخ دیتا ہے اور منحرف ہو جاتا ہے۔ وہ شخص دوسروں کو آئین و قانون کی پابندی اور عہد کی پاسداری کا درس دیتا ہے۔ محترمہ جو بیک وقت دختر جمہوریت اور ملکہ جمہوریت کی دعویدار ہیں، دن رات ایک وردی پوش صدر سے ڈیل کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ میاں صاحب نے لندن سے روانگی سے پہلے امریکہ کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کو گود لینے اور اسلام سے دور رہنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ گویا ہر فریق صدا لگا رہا ہے۔ اِک کرسی کا سوال ہے بابا!

قصہ مختصر اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں لیکن مایوسی کفر ہے۔ ضرورت ہے واپس لوٹنے کی، قرآن کی طرف رجوع کرنے کی جو نسخہ کیمیا ہے اور اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے، جو ہمیں ماضی سے بھی آگاہ کرتا ہے اور مستقبل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ہم غور کریں کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ کیا ہے۔ ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان ہی نے قرآن حکیم سے اعراض کیا ہے اور اسے پس پشت ڈالا ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ اس حال کو پہنچا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے قیام کا جواز اسلام بتایا گیا تھا۔ کسی اور ملک نے اپنے نام کا مطلب لا الہ الا اللہ نہیں بتایا تھا۔ علاوہ ازیں اگر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی قرآن کو ترک کیا ہے تو کون سی دنیا میں عزت کمائی ہے۔ آج پوری دنیا میں ایک اسلامی ملک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کر سکے اور وقت کی سپر پاور سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مسلمانوں کی بستیاں اجاڑ رہا ہے اور مسلمانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل رہا ہے۔ اس کا ہاتھ صرف اور صرف ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست روک سکتی ہے۔ ہر کلمہ گو کا اوّلین دینی فریضہ ہے کہ مذکورہ اسلامی ریاست کے لیے تن من دھن لگا دے۔ یہی حالات کا تقاضا ہے، یہی کرنے کا اصل کام ہے، یہی جہاد ہے۔ اور اسی غرض کو پورا کرنے کے لیے اگر بات قتال تک پہنچے تو جان ہتھیلیوں پر رکھ کر نکلنا ہوگا۔ کرسی کی صدا لگانے کی بجائے ہمارا حال و قال ہونا چاہیے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اسامہ کی نئی ویڈیو

پچھلے دنوں پوری دنیا میں اسامہ بن لادن کی نئی ویڈیو دیکھی گئی اور یوں وہ پھر خبروں میں آ گئے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں گو امریکا کو دھمکیاں نہیں دیں مگر امریکی حکومت سمجھتی ہے کہ ان کی تنظیم نئے حملے کرسکتی ہے۔ اُدھر امریکا میں چند ماہرین نے دعویٰ کیا ہے کہ اسامہ پاکستان کے علاقے چترال میں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ علاقہ بڑا دشوار گزار اور پہاڑی ہے، اس لیے چھپنے کی بہترین جگہ ہے۔ تاہم چند ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ اسامہ کی جعلی ویڈیو ہے اور امریکی انتخابات کے موقع پر بنائی گئی ہے، تاکہ امریکیوں کے سامنے پھر نام نہاد دہشت گردی کا ہوّا کھڑا کیا جاسکے۔

کلمۂ طیبہ کی توہین

پچھلے دنوں افغانستان میں اتحادی افواج نے صوبہ خوست میں بچوں اور نوجوانوں میں کھلونے اور تحفے وغیرہ تقسیم کیے تاکہ دوستی کا اظہار کیا جاسکے، تاہم یہ عمل انہیں مہنگا پڑ گیا۔ دراصل اتحادیوں نے ایسے فٹ بال بھی تقسیم کیے جن پر دنیا کے ممالک کے جھنڈے بنے ہوئے تھے۔ کئی فٹ بالوں میں سعودی عرب کا جھنڈا بھی بنا ہوا تھا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ایسے فٹ بال سے تو کھیل نہیں کھیلا جاسکتا ہے۔ یا تو یہ حرکت دانستہ کی گئی ہے یا نادانستہ طور پر ہوئی ہے۔ بہرحال افغان پارلیمنٹ کے ارکان نے اتحادی فوج سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس قبیح حرکت پر معافی مانگے۔

سڈنی میں بش کے خلاف مظاہرہ

ہفتہ کو امریکی صدر بش ایشیا پیسفک اکنامک کوآپریشن کے اجلاس میں شرکت کرنے سڈنی پہنچے، تو ہزاروں آسٹریلین باشندوں نے ان کے خلاف مظاہرہ کیا۔ اس دوران فساد کے باعث دو سپاہی زخمی ہوگئے۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ عراق میں جنگ روکی جائے اور صدر بش اپنے استعماری عزائم سے باز آجائیں۔ مظاہرے میں آسٹریلین وزیراعظم جان ہاورڈ کو بھی نشانہ بنا کر انہیں ''بش کی کٹھ پتلی'' قرار دیا گیا۔ دوران مظاہرہ ایک بینر پر لکھا تھا:

''بش، ہاورڈ، امریکا...... آج تم نے کتنے بچے مارے ہیں؟''

ایران کی اہم کامیابی

ایرانی صدر احمدی نژاد نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے سائنس دانوں نے تین ہزار سینٹری فیوج (آلات) کو حرکت دینے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یاد رہے کہ انہی آلات سے یورینیم گیس گزار کر وہ یورینیم حاصل کیا جاتا ہے جس سے ایٹم بم بنتا ہے۔ جتنے زیادہ سینٹری فیوج آلات ہوں، اتنا ہی زیادہ یہ یورینیم بنتا ہے۔ اس کامیابی سے ظاہر ہے کہ امریکا سمیت تمام مغربی طاقتوں کی سرتوڑ کوشش کے باوجود ایرانی اپنے ایٹمی منصوبے کو مکمل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

مراکش: پارلیمانی انتخابات کے نتائج

مراکش کے پارلیمانی انتخابات میں استقلال پارٹی نے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کر لی ہیں۔ اسلامی جماعت جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی دوسرے نمبر پر رہی۔ سرکاری نتائج کے مطابق استقلال پارٹی کو 52 اور اسلامی جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی کو 47 نشستیں ملیں۔ استقلال پارٹی کی ایک اتحادی جماعت سوشلسٹ یونین آف پاپولر فرنٹ کو 36 نشستیں ملی ہیں۔ سیاسی مبصرین کے مطابق انتخابات کا پیچیدہ نظام کسی جماعت کی سادہ اکثریت حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے اس کے نتیجے میں اصل اختیار اور طاقت شاہ کے پاس ہی رہے گی جو سربراہ مملکت فوجی سربراہ اور مذہبی قائد ہیں۔

برطانوی جرنیلوں کی امریکہ پر تنقید

عراق جنگ کے سلسلے میں دو ممتاز برطانوی جرنیلوں نے امریکا پر شدید تنقید کی ہے اور خصوصاً سابق وزیر دفاع کو بہت لتاڑا ہے۔ سب سے پہلے 2003ء میں عراق پر امریکی حملے کے وقت برطانوی فوج کے سربراہ جنرل سرمائیک جیکسن نے امریکیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا کہ حملے کے سلسلے میں امریکی پالیسی ''دانش ورانہ طور پر دیوالیہ'' تھی۔ مزید کہا کہ عراق میں موجودہ صورت حال کا ذمہ دار ڈونلڈ رمزفیلڈ ہے۔

بعدازاں عراق میں عرصہ دراز تک مقیم رہنے والے برطانوی افسر میجر جنرل ٹم کراس نے کہا کہ عراق کے ضمن میں امریکی پالیسی غلطیوں کا شاہکار ہے۔ انہوں نے انکشاف کیا ہے ''میں نے رمزفیلڈ سے کہا تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد عراق افراتفری اور بے چینی کا شکار ہوسکتا ہے لیکن اس نے میرے خطرات پر دھیان نہیں دیا۔

خالدہ ضیاء گرفتار ہو گئیں

پچھلے ہفتے سابق بنگلہ دیشی وزیراعظم خالدہ ضیاء اور ان کے بیٹے عرفات رحمٰن کو رشوت اور اختیار کے ناجائز استعمال کے الزامات پر گرفتار کر کے سب جیل بھجوا دیا گیا۔ بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کی سربراہ پر الزام ہے کہ 1996ء تا 2001ء کے دوران جب وہ وزیراعظم رہیں، تو ان کے علاوہ دو بیٹے بھی رشوت ستانی میں ملوث رہے۔ یاد رہے کہ خالدہ ضیاء کا بیٹا طارق رحمٰن اپریل سے جیل میں بند ہے۔

بیگم خالدہ ضیاء کا دعویٰ ہے کہ ان کے خلاف سازش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی پارٹی کے سیکرٹری جنرل عبدالمنان اور جوائنٹ سیکریٹری جنرل اشرف حسین کو باہر نکال دیا۔ بیگم صاحبہ کے مطابق وہ انہی کی سازش سے گرفتار ہوئی ہیں۔

اشرف قاضی سوڈان میں

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے پاکستان سے تعلق رکھنے والے سفارت کار اشرف قاضی کو سوڈان میں اپنا خصوصی نمائندہ مقرر کیا ہے۔ اس سے قبل سوڈانی فوج پر تنقید کرنے کے باعث سوڈانی حکومت نے پہلے والے خصوصی نمائندے جان پرونک کو نکال دیا تھا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل اشرف قاضی عراق میں سیکرٹری جنرل کے خصوصی نمائندے کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔

چند ہفتے قبل ہی اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے دارفر کے علاقے میں فوج متعین کرنے کی منظوری دی ہے۔ یہ فوج 26 ہزار فوجیوں پر مشتمل ہوگی۔ اس کا کام وہاں فسادات کو روکنا ہوگا جنہوں نے عرصہ دراز سے دارفر کو لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

فلسطینی مقدمہ جیت گئے

اسرائیلی مغربی کنارے میں 720 کلومیٹر طویل دیوار بنا رہے ہیں، تاکہ فلسطینی خودکش حملہ آوروں کو اسرائیل میں داخل ہونے سے روکا جاسکے۔ تاہم فلسطینیوں کا کہنا ہے کہ اس اقدام سے اسرائیل مغربی کنارے پر مستقل قبضہ کر رہا ہے جو ہرگز اس کا علاقہ نہیں۔ عالمی عدالت انصاف بھی اس دیوار کو ناجائز قرار دے چکی ہے۔

دو سال پہلے فلسطینیوں کے چھوٹے سے گاؤں، بعلین کے باشندوں نے اسرائیلی سپریم کورٹ میں یہ درخواست دائر کی کہ یہ دیوار ان کے کھیتوں سے گزر رہی ہے۔ یوں ان کا ذریعہ روزگار تباہ ہوجائے گا اور پھر وہ کیسے کھائیں کمائیں گے؟ اب تین رکنی بنچ نے اسرائیلی حکومت کو حکم دیا ہے کہ وہ دیوار کا رخ تبدیل کردے تاکہ بعلین محفوظ رہے۔ اس فیصلے سے فلسطینی یہ مقدمہ جیت گئے ہیں۔

British Indian Army hailed from Punjab and the NWFP, under the guise of a quasi-biological theory of racial affinity that designated these regions to be the home of 'martial castes'. The internal order function, the ethnically-skewed composition of the army and the practice of rewarding army men for serving the political objectives of the state have remained major characteristics of the Pakistan Army in the post-independence period. It is horrifying that the army has fought almost full-fledged wars against dissenting ethno-national movements, including that of the Bengalis in 1970-71, the Balochs in the 1970s and at present, the Sindhis in 1983, and the Pakhtuns on various occasions in the last 60 years. More generally, the army has directly undermined political parties by intimidating, harassing, arresting, torturing and even killing dissidents, primarily those associated with left-of-centre ideologies. The reason why these practices did not necessarily invoke outrage in Punjab until very recently -- arguably the reason why the army no longer enjoys a pristine image in the areas in which it traditionally did has more to do with its interference in the country's economic affairs rather than its repressive role -- has to do with the fact that the loyalty of Punjabis continued to be 'bought' in much the same way as the British had done. It should not be forgotten that the British decision to make Punjab the bastion of its rule had to do with the fact that the province stood with the empire during the War of Independence in 1857. Thus there is a long history of mutually-reinforcing interests, though contradictions of an increasingly serious nature are now emerging. The Pakistan Army has also served the purposes of western imperialism for a large part of its 60-year history. However it has been an unpopular policy for the most part, with only the Afghan War in the 1980s perceived as a just one by the country's people. This reflects not only on Pakistan's continued geo-strategic importance, but also on the sensibilities of the army officers who have always remained close to the West in terms of personal lifestyles and ideological inclinations. This has arguably changed in the last 25 years or so, but clearly internal ideological divisions in the army have still not compromised the imperative of unity vis a vis its relations with external powers. It is then simply a matter of stating fact that the Pakistan Army remains a colonial one. Perhaps the most damning characteristic of colonial armies is their arrogance, and their unshakeable belief in their moral and physical superiority. For 60 years, through a variety of means, the Pakistan Army has managed to put off the inevitable surge of anti-army sentiment that now has finally come to the fore. One fears, however, that even after the intense public scrutiny to which it has been subject, the army -- and particularly its high command -- remains imbued with the elitist ethos that it has inherited from its colonial past. Thus, it is likely to fight against its own people for control over this state called Pakistan until the bitter end. One can only hope that the generals consider what history has proven time and again -- there can be only one winner in the battle between the coloniser and the colonised.

(Courtesy: The News)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرِ نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے
چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ /ہیپاٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے
ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

النصر لیب :950۔بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون:5162185-5163924 موبائل:0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No.35

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Asim Sajjad Akhtar

A colonial army

The barrage of public criticism directed at the army for its over-arching role is a qualitatively new phenomenon By Aasim Sajjad Akhtar At a time when the Pakistan Army faces the most acute criticism in its history, it is imperative to study the historical genesis of this state institution, in particular the (dis)continuities between the British Indian Army and its Pakistani successor. This is an important exercise because the nature and practice of national armies cannot and should not be taken for granted, in the sense that the armies inherited by post-colonial Asian and African states were only occasionally armies of national liberation that had fought on behalf of the anti-colonial movement for the cause of freedom. In comparison, in many Latin American states that gained independence from the Spanish and Portuguese rule in the early part of the twentieth century, armies of national liberation were constituted by independence movements that later became national armies in the new states. This was also true in the case of the Red Armies of China and Russia that spearheaded those countries' respective Communist revolutions. Similarly the largely guerilla armies of Algeria, Cuba and Vietnam secured unprecedented victories in their freedom / revolutionary struggles against regular, organised armies that on the face of it were far superior to them in terms of size, weaponry and other infrastructure. Aptly, many of these armies of national liberation / revolution were called the 'People's Army'. This reflected the immense importance of implicit or explicit public support for these armies -- particularly in the case of guerillas -- without which it is unlikely that the physical battles of the freedom movements could have been won. People's armies were also conceived of as playing a major role in building the new society, not just through their physical exploits but also as members of a collective that shared values and a commitment to meeting the people's needs. It can be argued that many people's armies have since evolved in a very different direction, complicity undermining the people's will. But there are still examples of modern-day armies that remain committed to the principles of national liberation and the people who comprise their nation. Among others, one of the most prominent examples of such an army at the present-time is that of Venezuela, which has been a crucial component of ex-army officer President Hugo Chavez' Bolivarian Revolution. For a large number of Pakistanis, the idea of a people's army is increasingly difficult to reconcile with the very clear and consistent self-aggrandisement that has characterised the army's conduct in the economic and political spheres of Pakistan's social life for about three decades. The discontent has increased slowly but surely, and has reached a feverish pitch in the last six months, particularly during the lawyers' movement for the restoration of Chief Justice Iftikhar Muhammad Chaudhry. It is important to bear in mind, however, that the barrage of public criticism (rightly) directed at the army for its over-arching role is a qualitatively new phenomenon. For most part of Pakistan's history, the army was projected as, and considered by many to be, a people's army. At the very least, this is what was assumed. In practice, however, the army was considered as a people's army by only a certain segment of the population. For the under-represented ethno-national groups, the army was anything but a people's army -- in fact, it was very much perceived to be a colonial army that considered its primary objective to be the subjugation of the very people it purported to protect. This was a legacy inherited from the British Indian Army, which performed two basic functions for the colonialists. On the one hand, it protected as well as extended the empire's external frontiers ranging from as far west as the Indian subcontinent to Australia and New Zealand in the Pacific. Indian soldiers travelled all over the world in the name of the British Empire, killing and being killed in tens of thousands along the way. However, arguably the more important function of the colonial army was to ensure order within India. In other words, the army was the bastion of colonial rule -- it was charged with the responsibility of guarding the state as well as insulating it from the challenges posed by rebellious elements. In exchange for the services rendered by Indian officers and soldiers to the British empire, land was allotted generously to them, particularly in the newly irrigated parts of Punjab and Sindh. Much of the rank-and-file of the